اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ اکوڑہ خٹک

الحق

جلد ـــ ۳۱
شمارہ ـــ ۸
محرم الحرام ـــ ۱۴۱۷ھ
مئی ـــ ۱۹۹۶ء

بانی: حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ
مدیر مسئول: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ایگزیکٹو ایڈیٹر: حافظ راشد الحق سمیع
معاون مدیر: عبدالقیوم حقانی
ناظم: شفیق فاروقی
فون ۴۳۰۳۲۰ - ۰۹۲۳۱

اس شمارے کے مضامین

مضمون	مضمون نگار	صفحہ
نقش آغاز [افغانستان میں مصالحتی کوششیں اور مکروہ سازشیں / عقد و ہرگاہ امام شامل کی شہادت]	راشد الحق سمیع	۲
کیا کوئی غیر مسلم اسلامی مقننہ کا رکن بن سکتا ہے	مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی	۸
ستر و حجاب، عورت کے بنیادی کردار کا فطری تقاضا	مولانا عتیق الرحمن سنبھلی	۱۴
اسرائیل کا مقاطعہ (عالم اسلام کا اولین فرض)	ڈاکٹر یوسف القرضاوی	۱۷
امام علی بن حمزہ کسائی رح	مولانا محمد الیاس الاعظمی	۲۱
صوفیا پر مستشرقین کے اعتراضات کا جائزہ	جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب	۳۳
کیا یاسر عرفات یہودی ہیں	جناب ابوالمعظم صاحب	۴۱
سعودی عرب کیلئے خطرے کا الارم	حافظ محمد اقبال رنگونی	۴۷
دینی مدارس اور انگریزی تعلیم	مولانا شبیر احمد دیوبند	۵۱
افکار و تاثرات؛	قارئین بنام مدیر	۵۵
[پاکستان میں جنسی تعلیم / عمرہ کا ویزا / پی ٹی وی پروگرام ـ میاں طفیل محمد / سعودی سفارتخانہ / شیخ عبدالستار / قادیانیت کے خلاف جہاد / نیا اسلامی سال / قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ ـ عبدالرشید / ادارہ اشاعت القرآن / عبدالرشید]		
اسلام کا فلسفہ حیات	جناب طاہر شاہ یوسف زئی	۶۱

پاکستان میں سالانہ ۱۲۰/- روپے فی پرچہ ۱۲/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۱۲/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۶/- پونڈ

سمیع الحق استاد دار العلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ الحق دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

افغانستان میں مصالحانہ کوششیں یا مکروہ سازشیں ؟

عصرِ حاضر کے امام شاملؒ کی شہادت

افغانستان میں پندرہ سالہ مسلح جہاد کے بعد جب بالآخر روس کو وہاں پر عبرت انگیز اور اذیت ناک شکست سے دوچار ہونا پڑا اور پھر اسی ضرب مؤمن کے نتیجے میں اس آہنی قلعہ میں شگافیں اور دراڑیں پڑنے لگیں۔ یہاں تک کہ اس کا شیرازہ بھی منتشر ہوا تو مسلمانانِ عالم انتہائی فرحت اور سرور کا اظہار کرتے ہوئے اس امید میں حق بجانب تھے کہ اب افغانستان میں خالص شرعی اور اسلامی انقلابی حکومت بن جائے گی۔ جہاں پر امن و آشتی عدل و انصاف اور اسلامی قوانین کا بول بالا ہوگا لیکن !

ع اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

افغانستان سے تو روسی عفریت دم دبا کر چلا گیا۔ لیکن پھر وہی ہوا جس کا خاکہ اور منصوبہ مغربی سامراجی قوتوں اور عالمی استعمار نے جہاد ہی کے دوران بنایا تھا۔ کہ کسی بھی صورت وہاں پر خالص اسلامی نظام اور شریعت مطہرہ کی تنفیذ نہ ہو سکے، اور بعد میں اس ملعون اور شیطانی منصوبے کی تکمیل میں دانستہ یا نادانستہ طور پر ان ہی جہادی قوتوں نے بھرپور کردار ادا کیا اور آج افغانستان کی حالتِ زار پر ہر دردمند مسلمان خون کے آنسو رو رہا ہے۔

کسی کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ وہی جہادی قوتیں اور وہی مجاہدین آپس میں دست و گریبان ہوں گے۔ اور لادین عناصر اور خود جہاد سے ناواقف مسلمانوں کے لیے جگ ہنسائی کا سبب بنیں گے اور آج شومئی قسمت سے چشمِ فلک نے یہ تماشا بھی دیکھا۔ کہ روس کی شکست و ریخت کے بعد خود کابل شہر میں اتنا خون خرابہ ہوا۔ کہ پندرہ سالہ جنگ میں اتنی بربادی نہیں ہوئی تھی۔

چنانچہ اس صورتِ حال سے مجبور ہو کر عالمِ اسلام کے دردمند قائدین اور دوسرے اسلامی ملکوں کے مقتدر دینی راہنماؤں نے افغانستان میں ان جہادی قوتوں کے درمیان مصالحت و ہم آہنگی کے لیے

کوششیں تیز تر کردیں ۔ لیکن اس کا بھی کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا، اس سلسلہ میں بیثاقِ بیت اللہ اور سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کے روضۂ اطہر کے پاس کیے گئے وعدوں کا بھرم بھی نہیں رکھا۔

ہوتے ہوتے مشیت ایزدی نے افغانستان کے غیور مسلمانوں کے تحفظ اور ان کی حالتِ زار کو سنبھالنے کے لیے ملکوتی سیرت اور فرشتہ صورت انسانوں یعنی طالبان کا انتخاب کیا اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ۔ یہ وہی مجاہدین ہیں جنہوں نے انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں اس مسلح جہاد کی ابتداء کی تھی اور یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ ان کے پاس نہ راکٹ لانچرز تھے اور نہ ہی مختلف ملکوں سے بھیجے ہوئے کلاشن کوفیں اور دوسرا بھاری ہتھیار ان لوگوں نے خالصتہً لوجہ اللہ جہاد کیا۔ قربانیاں دیں ۔ اور جوں ہی ملک سے روسی عفریت کو بوریا بستر سمیٹنا پڑا تو یہ فقیر منش اور بوریا نشیں اپنی کتابوں اور تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گئے ۔ اور ان کا خیال تھا کہ یہ قائدین جہاد آپس میں مل بیٹھ کر قضیہ افغانستان کو حل کریں گے اور اپنے تدبر اور فراست سے افغانستان میں ایک اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈالیں گے۔ تاکہ اس پندرہ سالہ جہاد اور قربانیوں کا لوگ بچشم خود ثمر دیکھ لیں ۔ مگر افسوس قائدین جہاد نے روس کی ہزیمت کے بعد کچھ ایسے سیاہ کارنامے انجام دیئے جس سے تمام عالم میں جہاد کا نام بدنام ہوا اور جہاں جہاں بھی باطل قوتوں کے ساتھ اسلامی تنظیمیں برسرپیکار تھیں ان کے کاز اور موقف کو شدید نقصان پہنچا۔ اور ان کے مخالفین کو مکروہ اور غلیظ پروپیگنڈہ زور وشور سے کرنے کا موقع ملا کہ جہاد کا ثمر لوگوں نے افغانستان میں دیکھ لیا ۔ وہاں کیا ہوا اور کیا ہو رہا ہے ۔ کاش اگر افغان جہادی قائدین دور اندیشی کا مظاہرہ کرتے، تو آج یہ روزِ بد ہمیں دیکھنا نہ پڑتا ۔ لیکن یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اگرچہ افغانستان اور اس کے مظلوم و مقہور عوام کے لیے تو کچھ نہ ہوا ۔ البتہ ان قائدین کے وارے نیارے ہو گئے آج ان لوگوں کی کوٹھیوں، کاروں، جائیداد اور بینک بیلنس کی کوئی حد نہیں اور ان کو یہاں کے لیے یار و مددگار لوگوں کے مفادات سے کیا غرض ۔

افغانستان میں جب ہر قائد ہر امیر اور ہر قومندان نے اپنے زیر تسلط علاقے کا کنٹرول سنبھال لیا تو ظلم و ستم، لوٹ مار اور عصمت دریوں کے ایسے ایسے بھیانک مظاہرے دیکھنے میں آئے کہ لوگ کمیونسٹوں کے ظلم و ستم بھول گئے ۔

طالبان جو کہ دینی مدارس میں پڑھنے والے طلبہ ہیں ۔ حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے رہ ورسمِ خانقہی چھوڑ کر میدان میں کود پڑے اور دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے ان ستم رسیدہ عوام کا مکمل تعاون حاصل کیا، اور افغانستان کے تین چوتھائی حصے پر قبضہ کر لیا، اور آج ان کے زیر تسلط علاقوں میں مکمل شریعت

اور احکام و حدود کی تنفیذ ہے۔

یہاں پر یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ انجینئر گلبدین حکمت یار اور پروفیسر ربانی کے درمیان خانہ جنگی میں ۵۰ ہزار سے زائد افراد لقمۂ اجل بن چکے ہیں اور مہاجرین کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے اسی طرح استاذ سیاف کی بدقسمتی کہ وہ بھی ربانی کے شانہ بشانہ اس ظلم و ستم میں شریک ہو گئے اور طالبان کی مقدس تحریک کے خلاف ان کی موشگافیاں زبان زدِ عوام ہیں۔ اس طالبان دشمنی میں ان لوگوں نے تمام اخلاقی و شرعی حدود پھلانگ دیئے۔ گلبدین حکمت یار تو ربانی حکومت کو انڈیا اور روس کی کٹھ پتلی حکومت بتلاتے رہے اور کل تک وہاں پر انتخابات کی رٹ لگاتا رہا۔ اور آج بھی اخبارات گواہ ہیں کہ انہوں نے کہا تھا کہ افغانستان کو ہندوستان کا اڈہ نہیں بننے دیں گے۔ لیکن تعجب ہے کہ اب وہ حکومت یار "اسی حکومت" کا عضو بن گئے ہیں

اب جبکہ افغانستان میں اندرونی خلفشار زوروں پر ہے اقوام متحدہ نے اپنے ایلچی محمود مسطری کو بارہا کابل بھیجا۔ اسی طرح امریکہ نے اپنے خصوصی ایلچی رابن رافیل کو بھی اس قضیئے کے حل کے لیے اسلام آباد اور کابل روانہ کیا۔ لیکن ان کو بھی ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ طالبان نے تو اس غیر محرمہ اور "مکشوفہ" کے ساتھ ملاقات سے صاف انکار کیا۔ اور ان کو شرط لگادی کہ وہ حجاب اوڑھ کر آئے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ روسی شکست کے بعد ان متحارب قوتوں نے قوم کو انتہائی مایوس کیا۔ اور وہی قتل و غارت گری وہی افراتفری اور وہی باہم دست و گریبان ہونا یہ سب ناگفتہ بہ باتیں اسی طرح جاری رہیں جس طرح کہ روس کے قبضے کے دوران تھیں۔ اب جبکہ طالبان نے اپنے مقبوضہ علاقے میں اسلام اور شریعتِ مطہرہ کا نفاذ کیا ہے، چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ جہادی قائدین ان کے ساتھ ہر قسم کا تعاون اور مدد کرتے۔ لیکن شومئی قسمت کہ ان لوگوں نے بھی ہوسِ اقتدار میں ان کے ساتھ مقابلہ کا وطیرہ اپنایا اور مقامِ افسوس ہے کہ آج ربانی حکمتیار اسی تحریکِ طالبان کو کچلنے کے لیے بھارت اور روس جیسی حکومتوں سے امداد کے خواہاں ہیں اور وہ قوتیں ان کی بھرپور سرپرستی کر رہی ہیں۔ انہیں حالات میں جب کہ اقوام متحدہ اور امریکہ کی شیطانی چالیں اور دام تزویر ناکام ہو چکی ہیں۔ پاکستان کے بعض دینی رہنماؤں نے مصالحانہ کوششوں کا آغاز کیا۔ لیکن یہ ایک چیستان اور ایک معمہ ہے اور ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ انہوں نے سارا زور اس بات پر صرف کیا کہ کسی طرح حکمت یار کو بھی حکومت کی باگ ڈور میں شریک کیا جائے۔ حالانکہ حقیقت میں اس کے پاس فی الوقت سیاسی جنگی قوت نہیں صرف پروپیگنڈے کے زور سے انہیں وہ افغانستان کے جہاد کے ہیرو کے طور پر پیش کیا جاتا رہا۔ انہوں نے تحریکِ طالبان کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا۔ اور نہ ان کے ساتھ کوئی رابطہ کیا

حالانکہ اصل قوت وہی ہے جنہوں نے تین چوتھائی افغانستان کا کنٹرول سنبھالا ہے ۔

ہم حیران ہیں کہ یہ حضرات طالبان کی مخالف قوتوں کی از سر نو شیرازہ بندی میں کیوں مصروف ہیں اور ان کے خلاف ربانی، حکمت یار اور سیاف وغیرہ کو صف آرا کر رہے ہیں

جس طرح کہ مغرب اور دوسری لادین قوتیں تحریک طالبان کی مخالفت کر رہے ہیں اور وہ ان کو بنیاد پرست اور مذہبی انتہا پسند جیسے القابات سے نوازتے ہیں تو حکمتیار وغیرہ جو اپنے آپ کو بنیاد پرست کہتے ہیں ۔ وہ لوگ کیسے ان مغربی اور یورپی سازشوں کے حصہ ہو رہے ہیں؟ بظاہر تو یہ بہت ہی افسوس کی بات ہے کہ یہ "مصلحین" دانستہ یا غیر دانستہ طور پر یورپ امریکہ اور اقوام متحدہ کے ہاتھوں کو مضبوط کر رہے ہیں اور اس کے مقابلے میں شریعت اور اسلام کی سربلندی کے لیے مرمٹنے والوں (یعنی طالبان) کے در پئے آزار ہیں ۔

؎ بڑے خلوص سے دنیا فریب دیتی ہے ۔　　　　بلکہ قیام امن کی کوششیں کرنے والے مخلص ہوتے تو وہ طالبان کو اعتماد میں لے کر ان کا سہارا بنتے کہ افغانستان سے جنگ ختم کرانے کا ذریعہ بنے ـــــ

یہاں پر یہ نکتہ بے جا نہ ہوگا کہ کراچی کا ایک مشہور جریدہ جو روز اول ہی سے جب سے طالبان کی تحریک معرض وجود میں آئی ہے مسلسل اس تحریک کے خلاف مضامین شائع کرتا آرہا ہے اور اپنے ممدوح حکمت یار کی ہر ناکردنی اور ناگفتنی کی تائید و تصویب کے لیے انہوں نے کیا کیا پاپڑ بیلے ۔ جب انہوں نے کابل میں ورتم مینا کے ساتھ مقابلہ کیا اور اس میں ہزاروں لوگ اور نہتے شہری لقمہ اجل بنے ۔ تو وہ عین رضاء الٰہی اور جب انہوں نے احمد شاہ مسعود کے خلاف مورچہ سنبھالا جس میں اس کو ناکامی ہوئی تو بھی وہ عین جہاد اور جب انہوں نے کمیونسٹوں اور دہریوں کے ساتھ اپنے مفادات کے لیے اتحاد کیا تو وہ بھی عین حکمت، ربانی کے ساتھ پرچم پکا رہا ۔ تو بھی وہ عین بھلائی اور جب اس نے ربانی کے ساتھ طالبان مخالف اتحاد کیا ۔ تو یہ عین ضرورت ملک و قوم ۔　　　؎　　عجیب عقل و دانش پایئے گا

انشاء اللہ کوئی بھی طاقت ان جنود ربانی (طالبان) کو ختم نہیں کر سکتی ۔ چاہے وہ امریکہ کی سازشیں ہوں یا متحدہ کی چالیں روس اور انڈیا کی فوجی امداد ہو یا اور دیگر ممالک کی پشت پناہی ۔ ربانی اور حکمت یار گٹھ جوڑ ہو دیگر افغان تنظیموں کی ریشہ دوانیاں ، نام نہاد صلح کے نام پر مکروہ اور مذموم سازشیں ہوں یا پاکستان کی حق مذہبی اور پراسرار طاقتوں کے پراسرار رابطے، ان تمام طاقتوں کا ملت واحدہ کے طور پر ان حاملین علوم نبویہ کے خلاف صف آرا ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ ساری قوتیں حق کے خلاف جمع ہوئی ہیں ۔ لیکن ہم ان کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ

؎ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا ۔

كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ

اور انشاء اللہ نَصْرٌ مِنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ

عصرِ حاضر کا امام شامل رح کی شہادت!

گذشتہ دنوں اخبارات میں عصرِ حاضر کے امام شامل اور چیچن جانبازوں کے روحِ رواں عالمِ اسلام کے عظیم فرزند جناب جعفر دودایوف کی شہادت کی خبر عالمِ اسلام پر برقِ خاطف بن کر گری۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شہید ایک عرصہ سے روسی بھیڑیے اور سرخ سامراج کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔ آپ اپنے مذہب اپنی سرزمین اپنے اسلامی تشخص اور ملک وملت کی آزادی کے لیے حضرت امام شامل رح کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اور ان کی حقیقی جانشینی کا حق ادا کرتے ہوئے دشمنانِ اسلام کے ساتھ ہر محاذ پر مقابلہ کرتے رہے۔ ان جانبازوں نے قلیل عرصہ میں اس "سپر طاقت" کو جس ذلت اور رسوائی سے دوچار کیا ہے اور جس طرح سے اس کو ہر محاذ پر شکستِ فاش دی ہے آج اقوامِ عالم کو اس کی پوری صورت حال کا بخوبی علم وادراک ہے

اس ساری جدوجہد آزادی کے علمبردار اور قافلہ حریت کے سپہ سالار رہنما اور قائد جناب حضرت جعفر دودایوف رح تھے آپ نے آزادی کا علم آج سے تقریباً چار پانچ برس قبل بلند کیا تھا جب سوویت یونین کا تیا پانچا افغان مجاہدین نے اپنے ایمانی جوش وجذبہ سے کیا، اور اسی ضربِ مؤمن کے نتیجے میں سوویت یونین کا شیرازہ بکھر گیا تھا۔ اس کے فوراً بعد روس کی ساری ریاستوں نے اپنی اپنی آزادی اور خود مختاری حاصل کر لی۔ لیکن جب ماسکو کے قریب مسلم ریاست (چیچنیا) نے اپنا حق خود ارادیت طلب کیا تو روس نے بڑی ڈھٹائی اور دیدہ دلیری وہٹ دھرمی سے اس کا یہ فطری حق تسلیم کرنے سے انکار کیا۔ دراصل روس کو اس حقیقت کا بخوبی علم تھا کہ چیچنیا کی آزادی کا براہِ راست اثر ماسکو لینن گراڈ اور اس کے باقی ماندہ زیرِ اثر حصوں پر پڑے گا اور ان کو اس معدنی ذخائر سے مالامال سونے کی چڑیا اور سرسبز وشاداب علاقے سے ہاتھ دھونے پڑیں گے چنانچہ اس فیصلے کے خلاف آج سے چار برس قبل ردِعمل کے طور پر اسلامی جہاد کی تحریک اٹھی۔ اور ان مجاہدین نے اپنے اسلاف کے درخشندہ وتابندہ ماضی کو پھر سے دھرایا اور امام شامل کے جہاد کے بعد روسی دیو استبداد کے خلاف مردانہ وار مقابلہ کیا، اور پھر اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے مسلمانوں کی عظمت رفتہ اور قصہ پارینہ کو تازہ کرنے کے لیے دار ورسن کو پکارا ؎

عمر بست کہ افسانۂ منصور کہن شد
ما از سرِ نو آب دہیم دار ورسن را

اور روسی افواج کو ناکوں چنے چبوا دیئے اور اب صدر یلسن اپنے فوجی جرنیلوں کی جنگ سے فرار کی وجہ سے

اور مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے جذبۂ جہاد کو دیکھتے ہوئے مذاکرات کی میز پر بیٹھنے پر مجبور ہوگیا، اور مذاکرات کی میز پر آنا یہ ان کی شکست اور اندرونی خلفشار کی واضح دلیل ہے۔ اور اس کا سارا کریڈٹ جناب جعفر دودایوف شہید کو پہنچتا ہے کیونکہ اس تحریک کی باگ ڈور اور آزادی کی مشعل ایک ایسے فردِ مؤمن اور مردِ آہن جو کہ عالم اسلام کے جلیل القدر جرنیلوں، جناب خالد بن ولید، طارق ابن زیاد، موسیٰ ابن نصیر، محمد بن قاسم، صلاح الدین ایوبی کی جراٗتوں کے امین امام شاملؒ کے جانشین جناب جعفر دودایوف کے ہاتھ میں تھی۔

دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

لیکن المیہ یہ ہے کہ عالم اسلام کو ایسے عظیم فرزند کی شہادت پر بھی چار آنسو بہانے کی توفیق نصیب نہ ہوئی اور کسی بھی مسلمان حکمران کو اس دلدوز سانحہ پر چند رسمی تعزیتی کلمات ادا کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ فیا للاسف

مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

اور دوسری طرف ابلیسی قوتیں اس کامیابی پر نازاں ہیں کہ آپ کی شہادت کے بعد موجودہ تحریک ختم ہو جائیگی لیکن ہم ان بدبختوں اور بدباطنوں پر یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ایک فرزندِ اسلام کو ختم کرنے سے کیا تمھارا کام آسان ہو جائے گا اور اب کیا کوئی دوسرا دودایوف نہیں آئے گا تو یہ ان کی بھول ہے۔ انشاء اللہ ان شہداء کے ہر قطرۂ خون اور ہر بن مو سے ہزاروں لاکھوں دودایوف اور مجاہد و غازی پیدا ہوں گے، اور ابھی سرزمین اسلام بانجھ نہیں ہوئی۔ مجاہدوں کے کئی لشکر ابھی اس کی گود میں پل رہے ہیں۔

نہیں ہے ناامید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

اور بدی کی قوتوں کیخلاف آج حقیقی معنوں میں فرزندانِ اسلام اور امتِ مسلمہ نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر و سمرقند و بخارا، چیچنیا، بوسنیا، قندھار و کشمیر، فلسطین اور سوڈان ان سامراجی اور ملعون قوتوں کے لیے ایک ہو گئے ہیں

گماں مبر کہ بپایاں رسید کارِ مغاں
ہزار بادۂ ناخوردہ در رگِ تاک است

حالات اور گردشِ دوران کا پہیہ اور دنیا کا موجودہ نقشہ مسلمانوں کی فتح مبین کی طرف گامزن ہے، اگر یہی جہادی روح اسی طرح بیدار رہی تو عنقریب یہ مفلوک الحال مسلمان بڑی بڑی بشارتوں اور عظمتوں سے نوازے جائیں گے۔

"حادثہ" وہ جو ابھی گردشِ افلاک میں ہے
عکس اس کا مرے آئینۂ ادراک میں ہے

نصر من اللہ و فتح قریب و بشر المؤمنین۔

(لدعوۃ الحق) راشد الحق سمیع

۲ جون ۱۹۹۶ء

مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی

کیا کوئی غیر مسلم اسلامی مقننہ کا رکن بن سکتا ہے؟

حکمرانوں کو دوہرے ووٹ کی تجویز کی جرأت کیوں ہوئی؟

مدیران جرائد اسلامیہ کی خدمت میں!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ — منسلکہ مضمون آنجناب کے غور و فکر کے لیے بھیج کر ایک طالب علمانہ فریضہ ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ واللہ یعلم سری وعلانیتی عفا اللہ عنی وعنکم سردست آپ سے اپنے موقر جریدہ میں اس کو شائع کرنے کی جرأت اس لیے نہیں کر رہا کہ عین ممکن ہے یہ تحریر آپ کے معیاری رسالہ کے معیار پر پوری نہ اترتی ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ کی پالیسی سے مضمون یا اس کا طرز تحریر زیادہ مطابق نہ ہو — گذارش اتنی ہے کہ اگر آنجناب کو مضمون کے کلیدی حصص سے اتفاق ہو یعنی نہ صرف غیر مسلم کا دوہرا ووٹ بلکہ اس کی بنیاد یعنی اس کو انتخاب میں اہل شہادت سمجھنا اور با اختیار مقننہ میں مستقل رکن کی حیثیت سے شریک ہونا اس طرح قرآن و سنت کے خلاف معلوم ہوتا ہے۔ جس طرح کہ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مرحوم بمع تائید اکابرین اسلام کے تصریحات سے معلوم ہوتا ہے اور جس طرح کہ الخیر ملتان بابت اپریل ۱۹۹۶ء اور خدام الدین لاہور ۱۵ مارچ ۱۹۹۶ء اور تجلیات حبیب چکوال مارچ ۱۹۹۶ء کے مضامین سے معلوم ہوتا ہے اور جس طرح کہ الحسن لاہور اور نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے اپنے اداریوں میں اس نئی تجویز کو قرآن و سنت کے منافی اور ملک و ملت کی تباہی کی تجویز قرار دیا ہے۔ تو اپنے موقر جریدہ کے ذریعہ اپنے ہی مؤثر انداز تحریر اور پرزور ترغیب و ترہیب سے اس مسئلہ کو مسلسل واضح فرماتے رہیں جس پر طویل خاموشی کی وجہ سے گرد و غبار کے دبیز پردے پڑ چکے ہیں اور جو کہ معمولی پھونک سے صاف نہیں ہو سکیں گے۔

عبدالکریم عفی لہ صدر مدرس و مہتمم نجم المدارس کلاچی و بانی تحریک عمل برائے نفاذ شریعت اسلامیہ پاکستان

حمد و صلوٰۃ کے بعد گذارش ہے کہ اخبارات کے مطابق جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ پاک ملک کی وفاقی کابینہ نے انتخابی اصلاحات کے نام سے یہ ناپاک فیصلہ کر ہی لیا ہے کہ آئندہ انتخابات میں غیر مسلموں کو دوہرے ووٹ استعمال کرنے کا حق ملنا چاہیئے ایک ووٹ وہ اپنے مخصوص نشستوں پر اپنے غیر مسلم امیدوار کے لیے استعمال کریں اور دوسرا ووٹ وہ اپنے حلقہ کے مسلم امیدوار کے لیے۔

ع وائے گر در پس امروز بود فردائے

دینی جرائد مذہبی رسائل، ماہنامے، ہفت روزے اور بعض اسلام پسند روزنامے اس پر چیخ رہے ہیں اور ملک وملت کے حق میں اس ناحق اور ذلیل فیصلے کے ناقابل برداشت نتائج قوم کو سمجھانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں، میرا کا فرض ہے اس پر خاص وقت میں خاموش رہنا ساکت عن الحق بنتا ہے جس کی وعید بہت سخت ہے یہ خالص مذہبی مسئلہ اور مذہب کی پاسداری اہل مذہب ہی کا اولین فریضہ ہے مذہبی اور غیر مذہبی جرائد کا اس پر اتفاق ہے کہ اس تجویز سے غیر مسلم اقلیت کو مسلم اکثریت پر مسلط کرنا ہے چونکہ ہمارے بڑوں کا معاملہ اسلام اور مسلمانوں سے خیر کا نہیں رہا اس لیے اب غیر مسلموں کی دامن میں پناہ لینا چاہتے ہیں۔ سچ کہا کہنے والے نے۔

ع اور تم خوار ہوئے تارک قرآن ہوکر

دینی جرائد کے تبصرے، شر میں خیر کا پہلو۔

چنانچہ ماہنامہ الخیر ملتان جیسا اہم دینی مذہبی رسالہ بابت ذی قعدہ ۱۴۱۶ھ اپریل ۹۶ء اپنے اداریہ میں لکھتا ہے کہ اسلام تو فاسق مسلمان کو بھی یہ حق نہیں دیتا کہ مسلمانوں کے امیر کے انتخاب اور اداءِ شہادت کے مقام پر فائز ہو (یعنی ووٹر بنے کیونکہ ووٹ شہادت ہے)

چہ جائے کہ ایک غیر مسلم کو ارباب حل وعقد اور شاورھم فی الامر کا درجہ دے دیا جائے (یعنی با اختیار مقننہ کا ممبر چنا جائے) ظاہر ہے کہ پاکستان کی غیر مسلم اقلیت کو اسے اسلامی فلاحی "مملکت" ریاست بنانے سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے الخیر ملتان ص۲۔

۲۔ ہفت روزہ خدام الدین جیسا قدیم الاشاعت رسالہ اپنی اشاعت ۱۵/۲۱ مارچ ۹۶ء اور اس کے بعد کے شمارہ میں اسے خونی سازش قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے۔ اقلیتوں کو سوچنا چاہیئے کہ کہیں وہ زیادہ حقوق حاصل کرنے کی خوشی میں ان حقوق سے بھی محروم نہ ہوجاویں جو انہیں پہلے بھی حد سے زیادہ حاصل ہیں۔

حد سے زیادہ کا مطلب حد شرعی سے زیادہ ہے اور وہ وہی حقوق ہیں جن کو الخیر ملتان نے

ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ ان کو ارباب حل وعقد اور شاورہم فی الامر کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ حالانکہ اسلام نے کسی فاسق کو بھی انتخاب امیر اور اداء شہادت (ووٹ دینے) کا حق نہیں دیا۔

۳۔ جمعیت علماء اسلام کے امیر اول حضرت امام لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے دور امارت میں جب ۱۹۵۶ء کے دستور پر تنقیدات اور ترامیم کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا گیا تھی جس کا مقدمہ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے لکھا گیا تھا اور اس کمیٹی کے اراکین میں شمس الاولیاء حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی قدس سرہ جیسے نابغہ روزگار، شیخ حسام الدین مرحوم اور حضرت علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ فاضل دیوبند بھی تھے ناظم اعلیٰ جمعیت کے اس وقت حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ خدام الدین لاہور نے تین سال قبل اس مقدمہ کا درج ذیل حصہ خصوصیت سے شائع فرما دیا تھا ——— جو اگلی سطور میں نذر قارئین ہے۔

۴۔ اور اب دو ہر سے دوست کے دھماکے سے متاثر ہو کر چکوال پنجاب کے مشہور و معروف خانقاہ حبیبیہ نقشبندیہ کے ترجمان تجلیات حبیب نے بھی اسی صدائے حق کو ملک و بیرون ملک پہنچانے کی سعی فرما کر پورے ۱۳ صفحات پر اس مضمون کو شائع فرما دیا ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

دستور ۱۹۵۶ء پر ترامیم و تنقیدات کے اقتباسات

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب مرحوم کی تصریحات: ترامیم و تنقیدات کے ص۲۹ پر مفتی صاحب لکھتے ہیں۔

الف۔ جس ہیئت مقننہ میں غیر مسلم بطور رکن شریک ہو وہ قطعاً اسلامی مقننہ نہیں کہلائی جا سکتی۔

ب۔ اور جو دستور اس کی اجازت دیتا ہو وہ قطعاً اسلامی دستور نہیں کہلایا جا سکتا۔

ج۔ ص۳۱ پر تحریر فرماتے ہیں جمعیۃ علماء اسلام اسلامی ہیئت مقننہ میں غیر مسلموں کے شریک ہونے کو مداخلت فی الدین اور اسلام کے ساتھ استہزاء سمجھتی ہے۔

غرضیکہ مخلوط اور جداگانہ انتخاب اسلامی انتخاب کی اسلامی شکل کی تحریف کا باعث ہو سکتے ہیں

د۔ ص۳۲ میں تصریح فرماتے ہیں جمعیت علماء اسلام نے اس دستور میں ترمیم بحق انتخاب اسلامی کرائی ہے دستور کے ان دفعات کو سراسر تبدیل کرانا ہے جن میں غیر مسلم کو حق رائے دہی یا حق رکنیت اسمبلی دیا گیا ہے۔

صدائے بازگشت: الحمد للہ۔ خدام الدین لاہور نے جو کچھ لکھا ہے اور تجلیات حبیب چکوال نے جس مضمون کو مکمل تائید کے ساتھ شائع کیا ہے یہ تقریباً ۳۸ سال قبل کے اس صدائے حق کی صدائے بازگشت

ہے جو جمعیت علماء اسلام کے دور اول کے اعاظم رجال اور اکابر اسلام کی تائید سے بلند کی گئی ۔

تلخ حقیقت ۔ یہ ایک انتہائی تلخ حقیقت ہے کہ ۵۸/۵۷ء سے جمعیۃ علماء اسلام نے اپنے سر پہ جو اہم ذمہ داری لی ہے آج ۹۶ء تک ملک و ملت اور اسلام و مسلمانوں کا یہ قرض حسنہ اس کے ذمہ واجب الاداء ہے ۔

قابل صد ستائش ہیں یہ جرائد مذ ہبیۃ الخیر خدام الدین اور تجلیات جنہوں نے علمائے اسلام کو بھولا ہوا سبق اور بھلایا گیا قرض حسنہ یاد دلایا ـــــ فھل من مذکر ۔

اخلاقی جرأت انسان مرکب من الخطأ والنسیان ہے بھول چوک معاف کرانا اخلاقی جرأت ہے غلطی پر ڈٹ جانا آدمیت کے خلاف ہے ـــــ ۵۸/۵۷ء سے لے کر اگر ۹۶ء تک اس اہم مسئلہ کو کہ غیر مسلم مقننہ کا باقاعدہ رکن نہیں بن سکتا اور نہ ہی غیر مسلم بلکہ فاسق اور بدمعاش مسلمان بھی ووٹر بن سکتا ہے جب اسے نہ اسمبلی کے اندر زیر بحث لایا گیا ہے نہ ملک کے گوشہ گوشہ میں اس پر پرزور تقریریں کی گئیں نہ مجالس عامہ اور خاصہ میں اس پر قرار دادیں آئیں تو اب اس شر انگیز تجویز کہ غیر مسلم کو دوہرے ووٹ کا حق ملنا چاہیئے کی پوری ذمہ داری علماء اسلام کی اس طویل خاموشی پر اگر نہیں تو اور کس پر ہے ـــــ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ۔

ہر کس از دست غیر نالہ کند　　سعدی از دست خویشتن فریاد

جب تک اس حقیقت کو تسلیم نہیں کیا جائے گا اصلاح کی امید نادانی ہے کہ

نہ پیٹیں، نہ ہو قتل انصاف یہ ہے　　کہ ہم خود بد آموز قاتل ہوئے ہیں

دوہرے ووٹ کی بڑ تو اس شجرۂ خبیثہ کے برگ و بار ہیں کہ غیر مسلموں کو اہل شہادت (ووٹر) بنانے پر نصف صدی تک خاموشی اختیار کی گئی اور ان کو ارباب حل و عقد بنا دینے کو اب بھی عین انصاف کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ان کلمات بیہودہ کے باوجود اسلام نافذ کرنے کا دعوے کرنے سے بھی نہیں شرماتے ۔

ہفت روزہ عدالت ڈیرہ اسمٰعیل خان ۱۰ مارچ ۹۶ء کے مطابق دوہرے ووٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے ـــــ اقلیتوں کے لیے انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ وہ اپنے مخصوص نشستوں پہ اپنے نمائندے منتخب کریں ۔ مفتی محمود صاحب کا ارشاد تو یہ ہے کہ

جمعیت علماء اسلام اسلامی ھیئۃ مقننہ میں غیر مسلموں کے شریک ہونے کو اسلام کے ساتھ استہزاء سمجھتی ہے

لیکن ان کے نام لیوا سے انصاف کا تقاضا کیے پھرتے ہیں۔

ع ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

اور لطف یہ کہ ووٹ مانگتے وقت خداوند قدوس کے نام پاک کی قسم کھاتے رہے کہ اسمبلی میں غیر مسلم کی شرکت کے خلاف مؤثر احتجاج کرتا رہونگا۔ لیکن مجال ہے کہ پچھلے ۲ سال تک ایک دفعہ بھی اس کی توفیق ملی ہو۔

ع تقدیر تو ای چرخ گرداں تفو

<u>عظمت رفتہ!</u> بہرحال علماء کو اگر سچے دل سے اسلام کی خدمت کرنی ہے اور اگر ان کو عظمت رفتہ واپس حاصل کرنا ہے تو منافقت کی سیاست کو طلاق مغلظہ دینا ہوگی۔ غیر دانشمندانہ خاموشی سے توبہ نصوح کرنی پڑے گی اور صحیح اسلام پیش کرنے سے شرمانے کی عادت کو یکسر چھوڑنا ہوگا۔

<u>بیسوں مورچے</u> ۔ کوئی حرج نہیں یہ بیسوں مورچے اپنی اپنی جگہ پر رہیں لیکن سب کا نشانہ ایک ہی رہے کہ نہ تو اس اسلامی یا مسلمانوں کے ملک میں کوئی غیر مسلم باختیار مقننہ اسمبلی کا ممبر بن سکتا ہے، اور نہ ہی کوئی فاسق فاجر اور بدمعاش اسلامی شعائر کا مذاق اڑانے والا ووٹر ـــــ یہ مابہ الاتحاد ہو ـــــ باقی میش بہ بلئے خویش اور بز بہ پائے خویش جو جدھر چاہے ادھر منہ اٹھائے۔

<u>دلائل!</u> یہ دونوں باتیں جن کو مابہ الاتحاد کہا گیا اسلام کے مسلمات میں سے ہیں نصوص کثیرہ سے ثابت ہیں اس وقت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کی تصریحات الخیر کا فتویٰ خدام الدین کی اقلیتوں کو دھمکی اور تجلیات حبیب کا اپنی مکمل تائید کے ساتھ مفصل مضمون کی اشاعت ہی سلیم الفطرت انسانوں کے لیے کافی دلیل ہے واضح رہے کہ دینی ماہناموں میں مرکزی حیثیت رکھنے والے اردو ماہناموں الحسن لاہور اور نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے بھی اس نئی تجویز کو قرآن و سنت کے منافی اور ملک و ملت کے لیے تباہ کن تجویز قرار دیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ خالص مذہبی مسئلہ ہے۔ اور مذہب کے نام لیواؤں کو اس کا ایسا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہوگا کہ اس کی اصل بنیاد غیر مسلم اور فاسق و فاجر کا ووٹر ہونے اور باختیار مقننہ میں ان کے شریک ہونے کی بنیاد ہی ختم ہو جاوے ورنہ اس کا نتیجہ بقول عارف روم رحمۃ اللہ علیہ کے یہ ہوگا کہ ؎

در بہ بست و دشمن اندر خانہ بود
حیلۂ فرعون زیں افسانہ بود

<u>کج فہم سیاست پرستوں کے شبہات!</u> کہتے ہیں آج کی دنیا میں یہ ممکن نہیں کہ کوئی شہری ووٹ کے حق سے محروم رہے یا اسمبلی کا ممبر نہ بنایا جاسکے۔

مولانا مفتی محمود صاحب کی زبانی اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اگر روس میں غیر کمیونسٹ روسی اسمبلی کا ممبر نہیں بن سکتا اور اگر امریکی کانگریس میں کمیونسٹ ممبر بننے کا مجاز نہیں تو کیوں ایک اسلامی اسمبلی میں غیر مسلم ممبر بن سکے (ترامیم و تنقیدات پر دستور ۵۶ء)

کہتے ہیں اس طرح ہر غیر اسلامی ملک میں مسلمانوں کو اسمبلی میں کوئی نشست نہیں ملے گی جواب یہ ہے کہ اس طرح تو پھر قتل مرتد کا مطالبہ بھی نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ پھر وہ لوگ مسلمان بننے والوں کو قتل کرنے کا قانون بنالیں گے ۔ اور پھر تو یہاں اکثریت کی بنیاد پر اسلامی نظام نافذ کرنے کا مطالبہ بھی آپ روک دیں گے اور منطق بھی پیش کریں گے کہ وہاں پھر وہ لوگ بھی اکثریت کی بنیاد پر ہندو ازم وغیرہ کا مطالبہ کر دیں گے ۔ یہ اوہام ہیں اور یہ تو ہے ہدر ایمانہ بسیار کا مصداق ــــ اگر صحیح اسلام پیش کرنے سے آپ شرماتے ہیں تو اسلام کی قیادت کا قلادہ دور پھینک دیجئے ۔ فریب کی سیاست کب تک چلے گی ۔ وان تتولو یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم

صدائے حق ! بہرحال مذہبی جرائد اور دینی رسالوں اور کچھ اسلام پسند اخبارات نے جو کچھ لکھا ہے یہ ان کی ملی ملکی اور مذہبی مجبوری ہے مگر بہت تھوڑا ہے ان کو تو ایسی شر انگیز اور ملک و ملت کیلئے تباہ کن تجویز کے خلاف ایک طوفان بن کر مقابلہ کرنا پڑے گا اور مسلسل کرکے قوم کو جگانا ہوگا ۔

سہ حرف نغمہ ہی نہیں لَے بھی بدلنی ہوگی

باغبانوں نے یہ مدہ سنا ہے " کہ چمن بیچ دیا

دینی رسائل اور اسلامی جماعتیں ! یہ ایک حقیقت ہے جس کا بعض مدیران جرائد مذہبیہ کو شاید صحیح اندازہ نہیں کہ دینی اور مذہبی رسائل ہی اسلامی جماعتوں کو پٹرول مہیا کر رہے ہیں عرب دنیا اگر پٹرول پر صحیح کنٹرول کرلے تو امریکہ تک کو مفلوج کر سکتی ہے ، بالکل اسی طرح اگر مذہبی رسائل مذہب ہی کی خاطر نظام اسلام قائم کرنے کے بلند بانگ دعاوی کرنے والوں پر کڑی نظر رکھیں اور بلا خوف لومۃ لائم قل الحق ولو کان مرا پر عمل پیرا ہوں تو دوسرے دن ہی ان کی آنکھیں کھل جاویں اور انگلستان کا راستہ چھوڑ کر رہ کعبہ پہ چل پڑیں وما النصر الا من عند اللہ ان اللہ یدافع عن الذین آمنو و اللہ لا یحب کل خوان کفور ـ ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعاً ۔

مولانا عتیق الرحمان سنبھلی

ستر و حجاب
عورت کے بنیادی کردار کا فطری تقاضا

مئی ۱۹۹۳ء کی بات ہے، دہلی سے بمبئی (حال ممبئی) کا ایک سفر برادر عزیز میاں سجاد صاحب کی معیت میں ٹرین سے ہوا۔ چار آدمیوں والے کیبن میں ہم دو کے علاوہ دو غیر مسلم ہم سفر تھے۔ ایک ہندو اور ایک سکھ۔ تیسرے پہر کو یہ سفر شروع ہوا تھا۔ شام ہوئی رات گزری، دن نکلا۔ ناشتے کا وقت ہوا تو اخبار، رسالے بیچنے والا ایک لڑکا بھی کیبن میں آ گیا۔ میاں سجاد نے انڈیا ٹوڈے وغیرہ کوئی رسالہ خریدا۔ یہ زمانہ وہ تھا جب مجاہدین افغانستان کابل میں داخل ہو گئے تھے۔ اور وہ مغربی طاقتیں جنھوں نے ان کو روس کے خلاف لڑنے کے لیے ہر طرح کی مدد دی تھی۔ اب اس خطرے کا سدِّ باب کرنے میں لگ گئی تھیں کہ کہیں ان لوگوں کے ذریعہ ایک ٹھیٹ اسلامی حکومت کابل میں نہ قائم ہو جائے۔ چنانچہ اب مغربی میڈیا (ذرائع نشر و اشاعت) نے ان کو اب مجاہدین کہنا بند کر دیا تھا۔ اور ایسی خبریں ان کے بارے میں نمایاں کی جانے لگی تھیں جن سے عالمی رائے عامہ کو ان کے خلاف چوکنا کیا جا سکے۔ غالباً اس دن کے خریدے جانے والے اس انگریزی رسالے میں بھی کچھ ایسی چیزیں آئی تھیں جن کی بنا پر ہم دونوں بھائی ناشتے کے بعد کچھ اس موضوع یعنی مغربی طاقتیں اور عالم اسلام نیز ہندوستان وغیرہ پہ باتیں کرنے لگے۔

ہمارے غیر مسلم ہم سفروں کے درمیان ایسا کوئی رشتہ اور جوڑ نہ تھا کہ وہ بھی باہم گفتگو میں مشغول ہوتے۔ اس لیے قدرتی طور پہ ہماری بعض بعض باتیں شاید ان کے کان میں پڑ رہی تھیں۔ کچھ دیر کے بعد ان دونوں ہمسفروں میں سے سردار جی نے ایک ذرا سا موقع پا کر کہا کہ آپ لوگ بڑی اونچی اردو میں باتیں کر رہے ہیں ورنہ ہم بھی کچھ سنتے۔ عرض کیا گیا کہ سردار جی ہمیں اندازہ نہ تھا کہ آپ کو ہماری باتوں میں دلچسپی ہوگی۔ معاف فرمائیں۔ اب ہم آپ کو بھی شریک سمجھ کر بات کریں گے۔ اس پر دیکھا کہ ہمارے دوسرے ہم سفر (ہندو بھائی) بھی متوجہ ہیں۔ جو سردار جی کے مقابلہ میں زیادہ تعلیم یافتہ اور کسی اونچے طبقے سے تعلق رکھنے والے نظر آتے تھے۔ اس لیے ان کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی گفتگو کا موضوع اور کچھ ضروری خلاصہ بتایا۔ خاص طور سے اس گفتگو کا یہ پہلو کہ ہندوستان میں اگرچہ مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے بہت سی باتیں ہمارے لیے باعث تکلیف اور باعث تشویش تھیں، مگر ایک

بات بات اچھی تھی کہ مغربی طاقتوں سے واسطہ تھا، جن کی دوستی نہایت خطرناک ہے۔ جس کی تازہ ترین مثال افغانستان کا قضیہ ہے کہ کل کے دوست "مجاہدین" کے خلاف آج طرح طرح کے شوشے چھوڑے جا رہے ہیں۔ مگر افسوس کہ ہمارا ملک بھی اب ایک دم ان طاقتوں سے قربت کے راستے پر جا رہا ہے۔

اس گزارش کے بعد ہمارے ہمدرد بھائی نے ایک سوال نہایت تہذیب و شائستگی سے انہی شوشوں کے پس منظر میں اٹھایا، جو مجاہدین افغانستان کے خلاف ان دنوں چھوڑے جا رہے تھے۔ ایک شوشہ بالکل تازہ یہ تھا کہ مجاہدین کی حکومت نے اسلامی قانون کے مطابق حکم جاری کیا ہے کہ کوئی عورت بے پردہ نظر نہ آئے۔ سوال یہ اٹھایا گیا کہ عورت کے معاملے میں یہ جبر اسلام میں کیسے روا رکھا گیا ہے؟ سوال کا لہجہ واقعی صرف کہنے کا تھا، اعتراض کا نہیں۔ اس کے جواب میں فوری طور پر جو بات ذہن میں آئی اور گزارش کی گئی اس کو آج کی صحبت میں ذکر کرنا مقصود ہے۔ اس لیے کہ کچھ مفید نظر آتی ہے۔

عرض کیا گیا کہ اسلام میں ذاتی زندگی کے قوانین حکومتی احکامات سے نہیں نافذ ہوتے۔ یہ ایک فوجی حکومت کے مزاج کی بات ہے کہ اس طرح کا حکم (بشرطیکہ خبر صحیح ہو) جاری کر دیا گیا ہے ورنہ اسلام الٰہی باتوں کو حکم سے نہیں بلکہ تعلیم و تفہیم سے نافذ کرتا ہے۔ اور تعلیم و تفہیم کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں سے متعلق جو احکام ہیں ان کی براہ راست عورتیں خود مخاطب ہیں۔ یہ نہیں کہ مردوں سے کہا گیا ہو کہ تم ان پر یہ احکام مثلاً پردہ وغیرہ بزور جاری کرو۔ اتنی بات پر ان صاحب کے تاثر سے ظاہر ہوا کہ جیسے ان کی ایک گرہ کھلی۔ اور وہ گویا یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اسلام عورتوں کی بابت مردوں کے ہاتھ میں ڈنڈا تھما دیتا ہے کہ وہ انہیں بزور اللہ کے احکام کا پابند کریں۔

اس کے بعد عرض کیا گیا کہ اب رہی یہ بات کہ سر سے پیر تک پردے والا حکم ہی غیر مسلم دنیا کے لیے (خاص طور سے جدید غیر مسلم دنیا کے لیے) ناقابل فہم اور گویا عورت کے لیے ایک قید و بند کا درجہ رکھنے والا حکم ہے تو اس بارے میں عورت کی حیثیت اور انسانی معاشرے میں اس کے بنیادی کردار پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ عورت کا بنیادی کردار اُمومت (ماں بننا اور MOTHER HOOD) ہی تو ہے۔ یہ کردار کم از کم ہم مشرق والوں کے معاشرے میں جو عزت اور احترام کا مقام عورت کو عطا کرتا ہے، اس کے بارے میں تو کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں۔ اس کردار کی وجہ سے کم از کم اسلام نے تو جنت ہی اس کے پاؤں کے نیچے رکھ دی ہے۔ لیکن جب ہر عورت ہی (یعنی صنف عورت کا ہر فرد) اپنے اصل فطری اور بنیادی کردار کے اعتبار سے "ماں" ہے، چاہے اس نے ماں بننے کی عمر میں بھی ابھی پوری طرح قدم نہ رکھا ہو۔ اور دوسری طرف اس کے بنیادی کردار اُمومت کی ادائیگی کے لیے یہ بھی ضروری ہوا کہ انسانوں کی دوسری صنف (یعنی مرد) میں صنفِ عورت کی طرح شہوانی رغبت (SEXUAL INC-LINATION) بھی اس کے خالق کی طرف سے رکھ دی جائے تو معاشرے میں عورت کے لیے عزت و احترام

کی کیفیت قائم ہونے کی اس کے سوا کوئی صورت ممکن نہیں نظر آتی کہ ایک طرف مردوں کی صنف کو ہدایت ہو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ اور دوسری طرف عورت ذات کو حکم ہو کہ وہ ایسے انداز، لباس اور چال ڈھال کے ساتھ باہر نکلے کہ مردوں کی نگاہیں بھی خواہ مخواہ ازراہِ احترام جھکنے پر مجبور ہو جائیں۔

بس یہی اصل پردہ ہے جس کا اسلام نے حکم دیا ہے اور اس میں جو ایک پابندی اور دقّت کی بات نظر آتی ہے، وہ تو ہر با عزت پوزیشن، مرتبے اور (STATUS) کو محفوظ رکھنے (MAINTAIN) کرنے کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ میری اپنے معاشرے میں ایک تھوڑی بہت عزت کی پوزیشن اور منزلت ہے، جس کی بنا پر میں بہت سی ایسی باتوں سے بچنے پر اپنے آپ کو مجبور پاتا ہوں، جس کے لیے ایک دوسرا آدمی کوئی مجبوری نہیں محسوس کرے گا۔ آپ کی شخصیت سے بھی صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ یقیناً اپنے اوپر ایسی بہت سی پابندیاں عائد کرنے پر مجبور ہوں گے، جن پر آپ دیکھتے ہوں گے کہ دوسرے بہت سے لوگ مجبور نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر میں چلتے پھرتے کچھ کھانا پینا پسند نہیں کروں گا۔ خواہ کیسی ہی بھوک پیاس لگی ہو۔ میرا خیال ہے آپ بھی یقیناً ایسے ہی ہوں گے، ہمارے شہروں میں راہ گیروں کے لیے پیشاب خانے بنے ہوتے ہیں، لوگ فراغت کرتے ہیں، میں اور آپ اپنے معاشرتی اسٹیٹس کے خیال سے آمادہ نہیں ہو سکتے کہ یوں سرِعام فراغت کریں۔

پس پردے کے مفہوم میں جو پابندیاں پنہاں ہیں وہ عورت کے اس خداداد کردار کا فطری "تقاضہ" ہیں، جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا۔ اسے ماں بننے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ ہم مردوں کو لازم ہے کہ اس کو اس کے بچپن سے اسی نظر سے دیکھیں اور اس کو لازم ہے کہ جیسے ہی شعور کی سن کو پہنچے اپنے انداز، اطوار اور لباس سے ماں والے تقدس کا ہالہ اپنے اردگرد قائم کرے۔ یہی اسلام چاہتا ہے۔ کون نہ چاہے گا کہ اس کی ماں کا معاملہ ٹھیک اسی طرح کا ہو۔؟

اس گفتگو میں سوچ سوچ کر ایسے الفاظ کے ساتھ تھی جسے یہ مخاطب بخوبی سمجھ سکیں ــــ ابھی سے کچھ پہلے کا وہ اسٹیشن جس پر ہمارے ہندو ہمسفر بھائی کو اترنا تھا آنے لگا۔ بات پوری ہو گئی تھی۔ انہوں نے اترتے ہوئے فرمایا کہ کچھ ایسی کتابیں بتائیے جس میں اسلام کو اس طرح سمجھایا گیا ہو۔ اور اس بات کا انداز صرف شریفانہ ہی نہیں ایسا عقیدت مندانہ تھا جیسے بیچ بیچ اسلام سے عقیدت پیوست ہو گئی۔ پس اسلام میں الحمدللہ آج بھی تاثیر کی کمی نہیں۔ اگرچہ ہم جیسوں کی زبان کا تیج ہو۔! (الفرقان مئی ۱۹۹۳ء)

ترجمہ عبدالحی ابڑو

اسرائیل کا مقاطعہ، عالم اسلام کا اولین فرض

ڈاکٹر یوسف القرضاوی کا فتوے

اسلام نے ہر مسلمان کے لیے اس بات کو لازم قرار دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے مغصوبہ علاقوں کی واپسی کے لیے اپنی جان و مال سے جہاد کرے۔ اسلام اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ دارالاسلام کی ایک اینچ زمین کا بھی کسی کافر و ظالم کے قبضے میں رہنا گوارا کرلیا جائے۔ اس بات پر تمام مکاتب فکر اور فقہائے امت کا اجماع ہے۔ یہ حکم اگر دارالاسلام کے ہر حصے کے بارے میں ہے چاہے وہ عرب و عجم میں کسی بھی جگہ واقع ہو تو اسراء و معراج کی سرزمین، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے براق کی انتظار گاہ قبلہ اوّل اور تیسری بابرکت اور عظیم مسجد، مسجد اقصیٰ کے مستقر کے بارے میں تو اور زیادہ شدت کے ساتھ لاگو ہوگا۔

یہ بات اللہ کی راہ میں کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کی آزادی و فریاد رسی کے لیے مسلمانوں پر جہاد کو فرض ٹھہراتی ہے۔ اور اگر بالفرض وہ اپنے وطن کے دفاع اور غصب شدہ علاقوں کی واپسی کے لیے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنے کے اپنے فریضہ میں کوتاہی برتیں یا کسی وجہ سے وہ جہاد کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں تو کم از کم دینی تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کا معاشی، معاشرتی اور ثقافتی بائیکاٹ تو ضرور کریں۔ اس کی درج ذیل وجوہ ہیں۔

۱۔ اب جہاد اور اسلحہ کی یہی وہ ممکنہ صورت ہے جو انہیں میسر ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

"اور جہاں تک تمہارا بس چلے زیادہ سے زیادہ طاقت ان کے مقابلے کے لیے مہیا رکھو۔" (الانفال: ۶۰)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی طاقت کے مطابق تیاری رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اس نے ہمیں ایسی چیز کا مکلف نہیں بنایا جس کی ہم طاقت نہیں رکھتے۔ چنانچہ اگر استطاعت نہ ہونے کی بنا پر جہاد کی ایک قسم ہم سے ساقط ہوجائے تو جو قسم ہمارے مقدور میں ہو وہ ساقط نہ ہوگی۔ حدیث رسول ہے کہ۔

"جب تمہیں کسی چیز کا حکم دیا جائے تو اپنی طاقت کے مطابق اسے انجام دو۔" (بخاری، مسلم)

۲۔ دشمنانِ دین و ملت کے ساتھ لین دین اور ان کے ملک میں آمد و رفت رکھنے سے انہیں تقویت حاصل ہوگی، ان کی معیشت مستحکم ہوگی، اور اس طرح مختلف مادی اور معنوی فوائد حاصل کرکے وہ ہم پر اپنی جارحیت جاری رکھیں گے۔ یہ ایک طرح سے ان کے ساتھ تعاون ہوا جو یقیناً ناجائز ہے۔ اس لیے کہ یہ گناہ کے کاموں میں تعاون شمار ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

۳۔ قابض دشمنوں کے ساتھ ربط و ضبط رکھنے، انہیں اپنے ملکوں میں بلانے اور خود ان کے ملک میں آمد و رفت رکھنے سے وہ نفسیاتی رکاوٹ منہدم ہو جائے گی جو ان کے اور ہمارے درمیان حائل ہے، وقت گزرنے کے ساتھ وہ خلیج خود بخود پُر ہو جائے گی جو ان کی جارحیت اور ناجائز قبضے کی وجہ سے ان کے اور ہمارے درمیان پیدا ہوگئی ہے اور جس کی وجہ سے ان کے خلاف امت میں جہاد کا جذبہ بھڑک رہا ہے اور جو امت مسلمہ کو اللہ کے اس حکم کی پیروی میں اپنے اور اللہ کے دشمنوں سے محبت و دوستی کا تعلق قائم کرنے سے روکے ہوئے ہیں کہ :

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔" (الممتحنہ : ۱)

اسے آج کل کی زبان میں "تعلقات بحال کرنے یا معمول پر لانے" اور باہم شیر و شکر ہو جانے کا نام دیا جاتا ہے، اس طرح سے کہ گویا انہوں نے کسی جارحیت یا غاصبانہ قبضے کے جرم کا سرے سے ارتکاب کیا ہی نہیں! پھر معاشی تعلقات استوار کرنے پر ہی اکتفا نہیں، بلکہ معاشرتی اور ثقافتی تعلقات قائم کرنے پر بھی زور دیا جا رہا ہے جو زیادہ خطرے کی بات ہے۔

۴۔ ہمارا اور ان کا باہم آزادانہ میل جول، مسلم معاشرے کے لیے سنگین مضمرات کا حامل ہے اس سے ہمارے معاشرے میں اخلاقی بگاڑ اور اخلاقی بے راہ روی کے دروازے چوپٹ کھل جائیں گے۔ یہود کی تربیت اور اٹھان ہی اباحیت اور فحاشی پر ہوئی ہوتی ہے اور وہ اس کے نت نئے اطوار اور انداز اپنانے اور انہیں ہر جگہ پھیلانے میں بڑی مہارت رکھتے ہیں۔ اس کے اثرات ہمارے ہاں بھی ایڈز اور اس طرح کی دوسری مہلک بیماریوں کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔ اس کے لیے وہ بڑی چالاکی اور عیاری کے ساتھ باقاعدہ منصوبہ بندی کر رہے ہیں جب کہ مسلمان خوابِ خرگوش میں محو ہیں —— چنانچہ اس نظر آنے والے اخلاقی بگاڑ کے اسباب و عوامل کے آگے بند باندھنا شرعی فریضہ اور عملی ضرورت ہے۔

ان اسباب کی بنا پر ہماری رائے ہے کہ غیر فلسطینیوں کے لیے سیر و سیاحت یا کسی اور مقصد سے صہیونی دشمن کے ملک میں جانا شرعی طور پر حرام ہے، چاہے اس کا مقصد (بقول ان کے) "دینی سیر و سیاحت"، یا مسجد اقصیٰ کی زیارت ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی مسلمان پر مملکت یہود کی

زنجیروں میں جکڑے ہوئے اور یہود کے سنگینوں کے زیر سایہ اس مسجد کی زیارت کو فرض واجب نہیں ٹھہرایا، بلکہ اس نے جو بات مسلمانوں پر فرض کی ہے وہ یہ ہے کہ یہود کے غاصبانہ قبضے سے اُسے چھڑایا جائے اور اسے دوبارہ بلاد اسلامیہ میں شامل کیا جائے۔ خاص طور پر اس لیے بھی کہ اسے یہود کے ہاتھوں آئے دن کھدائی کر کے اس کی بنیادوں کو کمزور کرنے اور گرانے کے منصوبے کا سامنا ہو۔ جیسا کہ ان کے عزائم ہیں کہ مسجد اقصیٰ کو گرا کر اس کی جگہ وہ اپنا نام نہاد ہیکل تعمیر کریں۔

"وہ اپنی چالیں چل رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی چال چل رہا ہے اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے" (الانفال - ۳۰)

ہم سب مسجد اقصیٰ میں عبادت کے لیے تڑپ رہے ہیں اور اس میں نماز پڑھنے کے لیے رخت سفر باندھنے کے مشتاق ہیں۔ اس لیے کہ ہمیں معلوم ہے کہ مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کرنے کا اجر و ثواب دیگر عام مساجد کے مقابلے میں پانچ سو گنا زیادہ ہے۔ مگر ہم اپنی اس تڑپ کا انگارہ اس وقت تک سلگتا رکھیں گے جب تک کہ ان شاء اللہ اقصیٰ کی آزادی کے بعد اس میں نماز ادا نہ کرلیں اور اسے اس کے حقیقی وارثوں یعنی امت مسلمہ کو واپس نہ دلادیں۔

جو مسلمان مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کر کے اپنا اجر و ثواب بڑھانے کے متمنی ہیں ہم انہیں مشورہ دیں گے کہ اس کی بجائے فی الحال وہ مسجد نبوی ؐ کا سفر اختیار کر کے اپنے اس شوق کو پورا کرنے کا سامان کریں۔ اس لیے کہ مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کا ثواب دیگر عام مساجد کے مقابلے میں ایک ہزار گنا زیادہ ہے، یعنی مسجد اقصیٰ کے مقابلے میں مسجد نبوی کی نماز کا ثواب دو گنا ہے۔ بلکہ انہیں چاہیئے کہ وہ مسجد الحرام مکہ مکرمہ کا رُخ کریں جسے دیگر تمام مساجد پر کلی فوقیت و فضیلت حاصل ہے اور یہی وہ پہلا گھر ہے جو اللہ کی عبادت کے لیے تعمیر کیا گیا تھا، اور جس میں نماز پڑھنے کا ثواب باقی عام مساجد کے مقابلے میں ایک لاکھ گنا زیادہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ مسجد الحرام مکہ مکرمہ میں ایک نماز کا اجر و ثواب مسجد اقصیٰ میں ادا کی گئی دو سو نمازوں کے برابر ہے۔ چنانچہ جسے آج مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کرنے کا شوق ہے وہ فی الحال اپنا شوق مسجد نبوی یا مسجد الحرام میں نماز ادا کر کے پورا کرے، تا آنکہ اللہ تعالےٰ امت مسلمہ کو حق کو حق ثابت کرنے اور امانت کو اس کے اصل حقداروں کو لوٹا دینے کی توفیق دے۔

"اور وہ دن ہوگا جب کہ اللہ کی بخشی ہوئی فتح پر مومن خوشیاں منائیں گے" (الروم)

رہی یہ بات، کہ امن سمجھوتہ کی بنا پر ہمارے اور صیہونیت کے جوازوں کے مابین کشمکش کی جگہ امن نے

سے لی ہے ، تو یہ ایک بالکل بے بنیاد دعویٰ ہے۔ (اس نام نہاد سمجھوتے کی رو سے) ہمیں بیت المقدس واپس نہیں ملا ، بلکہ صہیونیت کے علمبرداروں کی طرف سے مسلسل یہ بیانات دیئے جا رہے ہیں کہ بیت المقدس ان کی حکومت کا دائمی دارالحکومت ہے۔ وہ اس شہر میں مسلسل نئی نئی بستیاں تعمیر کر کے اس کا نقشہ تبدیل کر رہے ہیں۔ خود مسجد اقصیٰ ان کے رحم و کرم بلکہ ان کی چیرہ دستیوں کی بھینٹ چڑھی ہوئی ہے۔ فلسطینی پناہ گزین روئے زمین پر بکھرے ہوئے ہیں اور نام نہاد سمجھوتہ طوفانی ہواؤں کی زد میں ہے وغیرہ وغیرہ یہ بھی اسی صورت میں کہ جب ہم غاصبوں، قابضوں کے ساتھ امن سمجھوتے کے اصول کو تسلیم کر لیں ، مگر سرے سے ایسا امن سمجھوتہ ہی شرعی طور پر نا جائز ہے (جیسا کہ اس سے پہلے ایک موقعہ پر ہم اپنے فتویٰ میں واضح کر چکے ہیں)

امت مسلمہ پر یہ بات میں ایسے نازک موقعہ پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جب ہر طرف سے یہ کوشش ہو رہی ہے کہ اپنے بنیادی مسائل کے بارے میں امت کو بے حس بنا دیا جائے اور ایسے خیالات و نظریات کے نشہ آور ٹیکے لگائے جائیں کہ جس سے وہ بالکل مردہ ہو جائے اور حرکت کرنے کے قابل ہی نہ رہے۔ بلکہ اس کے ہاں صحیح و غلط کی تمیز ہی مٹ جائے۔ زیادہ خطرناک بات یہ ہے کہ دین کے ہمہ گیر اور وسیع علم و فہم اور خدا خوفی سے محروم بعض دینی علم کے دعویداروں کو میدان میں لا کر ان سے ایسے فتوے دلائے جا رہے ہیں جو امت مسلمہ کے اپنے قاتلوں اور غاصب قابضوں کے ساتھ صلح مصالحت کو جائز قرار دے رہے ہیں۔ ان سطحی علم رکھنے والے یا عیار لوگوں کی نظر جزوی ، فروعی ، غیر قطعی ، وقتی اور محدود مصالح و مفادات پر ہے۔ جبکہ امت کے اصولی ، قطعی ، دائمی اور کلی مصالح و مفادات ان کی کوتاہ نظروں سے اوجھل ہیں۔

جناب محمد الیاس الاعظمی

امام علی بن حمزہ کسائیؒ

اور ان کی علمی و دینی خدمات

امام علی بن حمزہ کسائیؒ (۱۱۹ھ - ۱۸۹ھ) کا شمار تبع تابعین میں ہے۔ فن نحو، لغت و عربیت، فقہ اور خاص طور پر فن قرأت میں ان کا مرتبہ اس درجہ بلند ہے کہ تذکرہ نگاروں نے ان کو امام القراء کا خطاب دیا ہے، تاحیات قرآن مجید کی خدمت درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف سے بھی دلچسپی رہی۔ فن قرأت میں غیر معمولی قابلیت اور مہارت کی وجہ سے قراء سبعہ میں شمار کیے جاتے ہیں یہاں ان کی زندگی کے حالات و واقعات اور علمی و فنی خصوصیات و امتیازات کو قلم بند کیا جاتا ہے۔

نام و نسب | علی نام، ابوالحسن کنیت، کسائی نسبت اور معلوم شجرہ نسب مندرجہ ذیل ہے۔ ابوالحسن علی بن حمزہ بن عبداللہ بن بہمن بن فیروز [۱]

ان کے شجرہ نسب میں اختلاف ہے تذکرہ نگاروں نے ان کے پردادا کا نام قیس، عثمان اور بہمن لکھا ہے [۲] ابن کثیر نے ان کے پردادا کا نام لکھا ہی نہیں ہے بلکہ ان کی جگہ ان کے جد اعلیٰ کا نام لکھا ہے [۳] صحیح یہ ہے کہ ان کے پردادا کا نام بہمن تھا اس کا ذکر بہت سے تذکرہ نگاروں نے کیا ہے، صولی کا بیان ہے کہ یہ علی بن حمزہ بن عبداللہ بن بہمن بن فیروز مولیٰ بنی اسد تھے [۴]

ان کی کنیت میں بھی اختلاف ہے، ایک قول کے مطابق ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے [۵] مگر یہ قول ضعیف ہے، اور صحیح کنیت ابوالحسن ہی ہے کیونکہ سوائے ابن الندیم کے کسی اور نے اس کنیت کا ذکر نہیں کیا ہے۔

نسبتیں | یہ کسائی، اسدی، نحوی اور کوفی کی نسبتوں سے معروف ہیں، تذکرہ نگاروں کے یہاں ان کی معروف نسبت کسائی کے بارے میں مختلف بیانات ملتے ہیں۔

---

۱ غایۃ النہایۃ: ۱/۵۳۵ و الفہرست ص ۹۷ ۲ ایضاً و تہذیب التہذیب ۷/۳۱۳

۳ البدایہ والنہایۃ: ۱۰/۲۰۲ ۴ معرفۃ القراء ۱/۱۲۱ و تاریخ بغداد ۱۱/۴۰۴

۵ الفہرست ص ۹۷

۱- حج بیت اللہ میں احرام کسا یعنی کمبل کا باندھا تھا اس لیے کسائی سے مشہور ہوئے [۱] عبدالرحمٰن بن موسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے امام کسائی سے دریافت کیا کہ آپ کو کسائی کیوں کہا جانے لگا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے احرام کمبل میں باندھا تھا [۲] علامہ ابن الفاصح بغدادی لکھتے ہیں۔

قیل لہ الکسائی من اجل انہ احرم	ان کو کسائی اس لیے کہا جاتا ہے کہ انہوں
فی کساء [۳]	نے ایک کمبل میں احرام باندھا تھا۔

علامہ شاطبی اپنے قصیدہ میں فرماتے ہیں۔

واما علی فالکسائی نعتہ		لما کان فی الاحرام فیہ تسربلا

اور علی سے مراد امام کسائی ہیں اور ان کا یہ نام اس لیے پڑا کہ انہوں نے کمبل کا احرام باندھا تھا۔

۲- امام حمزۃ الزیات کوفی کے حلقہ درس میں کسا اوڑھ کر بیٹھتے تھے اور وہ فرماتے صاحب کسا کو میرے پاس لاؤ، امام اہوازی کا بیان ہے کہ میرے نزدیک اشبہ بالصواب یہی ہے [۴]

۳- یہ جب کوفہ آئے تو کسا اوڑھے ہوئے تھے اس لیے کسائی سے مشہور ہوئے [۵]

۴- خلف بن ہشام کا بیان ہے کہ علی بن حمزہ کوفہ آئے تو مسجد السبیع میں اس وقت پہنچے جب فجر کی اذان ہو رہی تھی وہاں امام حمزہ پڑھ رہے تھے۔ علی بن حمزہ اس وقت کمبل اوڑھے ہوئے تھے امام حمزہ نے کہا یہ کون ہیں لوگوں نے کہا کوئی صاحب کسا ہیں۔ لوگوں نے ازراہ تضحیک یہ کہا اگر کپڑا بننے والا ہوگا تو سورہ یوسف پڑھے گا اور اگر ملاح ہوگا تو سورہ طٰہٰ پڑھے گا یہ جملہ امام کسائی نے سن لیا پھر انہوں نے تلاوت شروع کی اور سورہ یوسف پڑھنا شروع کیا اور جب الذئب پر پہونچے تو الذیب بغیر ہمزہ کے پڑھا اس پر امام حمزہ نے کہا الذئب پر ہمزہ ہے کسائی نے کہا الحوت پر بھی ہمزہ ہے مگر بغیر ہمزہ کیوں پڑھتے ہیں۔ امام حمزہ نے اس کا جواب دینے کے لیے خلاد الاحول کو اشارہ کیا اور وہ حاضرین مجلس کو لے کر آگے بڑھے اور مناظرہ کیا مگر وہ امام کسائی کو کچھ قائل نہ کر سکے بالآخر انہوں نے امام کسائی سے کہا کہ اللہ آپ پر رحم کرے آپ ہی بتائیں۔ امام کسائی نے کہا اس بارچہ باف سے سنو اور پھر اسے بخوبی سمجھایا اور یہ شعر بھی شہادت کے طور پر پڑھا۔

ایھا الذئب وابنہ وابوہ		انت عندی من اذوب ضاریات

---

[۱] البدایہ والنہایہ ۱۰/۲۰۱ وغایۃ النہایۃ ۱/۵۳۹ [۲] ایضاً ومعرفۃ القراء ۱/۱۲۲ وتاریخ بغداد ۱۱/۴۰۴

[۳] سراج القاری المبتدی ص ۱۲ [۴] غایۃ النہایۃ ۱/۵۳۹ وابراز المعانی صد ۲۴-۲۵

[۵] تذکرۃ الحفاظ ص ۱۵۔

اسی دن سے یہ کسائی کہے جانے لگے [۱]

اس واقعہ کو ابوبکر الانباری نے بھی قدرے ترمیم و اضافہ کے ساتھ لکھا ہے [۲]

۵۔ امام کسائی جہاں کے رہنے والے تھے اس جگہ کا نام کسا تھا اس لیے کسائی سے معروف ہوئے [۳]

تمام تذکرہ نگاروں نے اول الذکر وجہ تسمیہ کو صحیح قرار دیا ہے۔ علامہ ابن الجزری نے بھی اسی کو درست قرار دیا ہے۔ [۴] آخر الذکر وجہ تسمیہ کو وہ سب سے زیادہ ضعیف سمجھتے ہیں [۵]

چونکہ بنو اسد کے آزاد کردہ غلام تھے [۶] اس لیے اسدی اور کوفہ کے باشندے تھے اس لیے کوفی اور فن نحو میں متبحر ہونے کی بنا پر نحوی سے معروف ہیں۔

پیدائش اور وطن

امام کسائی کا سنہ پیدائش قطعیت کے ساتھ نہیں ملتا تاہم علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ ان کی پیدائش ۱۲۰ھ کے آس پاس ہوئی [۷] حافظ ابو العلاء نے ان کی عمر ستر سال بتائی ہے۔ [۸] چونکہ ان کا سنہ وفات ۱۸۹ھ ہے [۹] اس لحاظ سے ان کا سنہ پیدائش ۱۱۹ھ ہوتا ہے۔

خیر الدین زرکلی کا بیان ہے کہ امام کسائی کوفہ کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے [۱۰] اور یہیں ان کی پرورش و پرداخت بھی ہوئی [۱۱] یہ ہشام بن عبدالملک کا زمانہ حکومت تھا۔

امام کسائی اصلاً فارسی النسل اور سواد عراق کے باشندے تھے [۱۲] امام سرخسی نے لکھا ہے کہ یہ امام محمد بن حسن شیبانی کے خالہ زاد بھائی تھے [۱۳]

تجرد

انہوں نے شادی نہیں کی اور مجرد زندگی گذاری، علامہ یافعی لکھتے ہیں۔ ان کے پاس بیوی تھی اور نہ لونڈی۔ [۱۴]

---

[۱] تاریخ بغداد ۱۱/۴۰۵
[۲] نزہۃ الالباء ص ۸۴ تا ۸۷
[۳] ماہنامہ المعارف لاہور مارچ ۱۹۷۸ء ص ۲۹
[۴] غایۃ النہایہ ۱/۵۳۹
[۵] ایضاً
[۶] معرفۃ القراء ۱/۱۲۱ ۲۱۷
[۷] ایضاً ۱/۱۲۰
[۸] غایۃ النہایۃ ۱/۵۴۰
[۹] المعارف ص۵۴۵
[۱۰] الاعلام ۴/۲۸۳
[۱۱] الفہرست ص۱۰۴
[۱۲] الاعلام ۴/۲۸۳، وغایۃ النہایۃ ۱/۵۳۵
[۱۳] تبع تابعین ۲/۱۶۵
[۱۴] مرآۃ الجنان ۱/۴۲۱

تحصیل علم اور شیوخ امام کسائی کی پوری زندگی تعلیم و تعلم میں گزری انہوں نے فن قرأت، نحو اور لغت وعربیت کی تعلیم حاصل کی خصوصیت سے فنِ قرأت اور علم النحو میں اس قدر مہارت بہم پہنچائی کہ اس میں یکتائے روزگار ہوئے۔ امام خلف کا بیان ہے کہ انہوں نے چھوٹی عمر میں قرآن پڑھا اور بڑی عمر میں لوگوں کو پڑھایا نحو اور لغت کی تعلیم اسی عمر میں حاصل کی۔

علم قرأت امام حمزۃ الزیات کوفی سے حاصل کیا جوان پر بڑا اعتماد کرتے تھے ان سے چار مرتبہ قرآن پڑھ کر ان کے نامور تلامذہ میں شمار ہوئے بعد میں ایک زمانہ تک اپنے استاذ کی قرأت کا درس دیا۔ البتہ بعض مقامات پر ان سے اختلاف بھی کیا اور ان کے استاذ اس اختلاف سے واقف بھی تھے کیونکہ حصول علم قرأت میں ان کا یہ معمول تھا کہ امام حمزہ کے بعض اصولوں کو ضبط کرتے اور بعض کو چھوڑ دیتے ان کے علاوہ اور بھی بہت سے ائمہ قرأت سے فن قرأت سیکھا۔ ابن مجاہد فرماتے ہیں کہ امام کسائی نے امام حمزہ کے علاوہ ایسے ماہرین فن سے بھی علم قرأت حاصل کیا جن کی قرأتیں سلف کے مطابق تھیں [1] پھر امام کسائی نے خود ایک طرز قرأت کو اختیار کیا اور اس کی تعلیم دی [2] ان کے چند شیوخ کے نام یہ ہیں۔

امام حمزہ بن حبیب الزیات کوفی، عیسیٰ عمر ہمدانی، محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ انصاری، ابوبکر بن عیاش اسدی، اسماعیل، یعقوب ابن جعفر، عبدالرحمن بن ابی حماد، مفضل بن محمد ضبی، زائدہ بن قدامہ، اعمش، محمد بن حسن بن ابی سارۃ، قتیبہ بن مہران، ابوحیوٰۃ شریح وغیرہ [3]

مؤخر الذکر دو اساتذہ نے خود ان سے بھی استفادہ کیا [4] ہذلی نے ان کے اساتذہ میں امام نافع بن ابونعیم مدنی کا بھی ذکر کیا ہے، مگر یہ درست نہیں۔ علامہ ابن الجزری کہتے ہیں کہ امام کسائی نے انہیں دیکھا تک نہیں تھا [5]

سلسلۂ قرأت امام کسائی نے امام حمزہ کے علاوہ عیسیٰ بن عمر اور طلحہ بن مصرف سے بھی سند لی جن کا سلسلہ ابراہیم نخعی، علقمہ بن قیس اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے واسطوں سے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچتا ہے [6]

---

[1] غایۃ النہایہ ۱/۵۳۵ و ۵۳۸ والبدایہ والنہایہ ۱۰/۲۰۲ وتہذیب التہذیب ۷/۳۱۳

[2] تاریخ بغداد ۱۱/۴۰۳

[3] غایۃ النہایۃ ۱/۵۳۵-۵۳۶ ومعرفۃ القراء ۱/۱۲۰-۱۲۱

[4] ایضاً [5] ایضاً [6] سراج القاری المبتدی ص ۱۲

درس وافادہ امام کسائی کا حلقہ درس بہت وسیع تھا ان سے استفادہ کرنے والوں کا اس قدر مجمع ہوتا تھا کہ سب کو ایک ساتھ پڑھانا مشکل ہوجاتا چنانچہ امام کسائی کرسی پر بیٹھ کر درس دیتے یہاں تک کہ لوگوں کو مقاطع ومبادی کی بھی تعلیم دیتے [1]

خلف کا بیان ہے کہ جب ماہ شعبان آتا تو ان کے لیے ایک منبر بنایا جاتا اور یہ اس پر بیٹھ کر لوگوں کو پڑھاتے اور روزانہ آدھی منزل پڑھاتے اس طرح شعبان میں دو مرتبہ قرآن پاک ختم کرتے [2]

تلامذہ امام کسائی کثیر التلامذہ ہیں ان کے تلامذہ میں نامور ائمہ قرأت وحدیث اور ارباب حکومت بھی شامل ہیں ہارون الرشید اور اس کے صاحبزادوں امین اور مامون کو بھی قرأت اور لغت وعربیت کی تعلیم دی [3] بغداد میں ان کا فیض عام تھا ابن الانباری نے لکھا ہے کہ انہوں نے بغداد کے قراء کو پڑھایا، پھر ایک قرأت اختیار کی اور لوگوں کو اس کی تعلیم دی [4] ان کے تلامذہ کے نام یہ ہیں۔

ابو الحارث لیث بن خالد، ابو عمر وحفص دوری، نصیر بن یوسف رازی، ابراہیم بن زاذان، ابراہیم بن حریش، احمد بن جبیر، احمد بن ابی سریج، احمد بن ابی ذھل، احمد بن منصور بغدادی، احمد بن واصل، اسماعیل بن مدان حمدویہ بن میمون، حمید بن ربیع خزاز، زکریا بن وردان، سورۃ المبارک، قتیبہ بن مہران اصفہانی۔ احمد بن سریج نہشلی، ابو عبید قاسم بن سلام، ابو حمدون طیب بن اسماعیل، سریج بن یونس، عبد الرحمٰن بن واقد، عیسیٰ بن سلیمان الشیزری، احمد بن جبیر انطاکی، محمد بن سفیان، عبد الرحیم بن حبیب، عبد القدوس بن عبد المجید، عبد اللہ بن احمد بن ذکوان، عبد اللہ ابن موسیٰ، عدی بن زیاد، علی بن عاصم، عمر بن حفص سجدی، فضل بن ابراہیم، فورک بن شبویہ محمد بن سنان، محمد بن واصل، مطلب بن عبد الرحمٰن، مغیر بن شعیب، ابو توبہ میمون بن حفص، ابو اناس ہارون بن سورۃ المبارک، ہارون ابن عیسیٰ، ہارون بن یزید، ہاشم بن عبد العزیز بریری، یحییٰ بن آدم، یحییٰ بن زیاد خوارزمی اسحاق بن اسرائیل، حاجب بن ولید، حجاج بن یوسف بن قتیبہ، خلف بن ہشام البزار، زکریا بن یحییٰ انماطی، ابو حیوۃ شریح بن یزید، صالح الحافظ، عبد الواحد بن میسرہ قرشی، علی بن ہشام، عمر بن نعیم بن میسرہ، عروہ بن محمد اسدی، عون بن الحکم، محمد بن زریق محمد بن سعد، محمد بن عبد اللہ بن یزید حضرمی، محمد بن عمر رومی، محمد بن مغیرہ محمد بن یزید رفاعی، یحییٰ بن زیاد الفراء، یعقوب الدورقی، یعقوب حضرمی، عبد اللہ ابن ذکوان وغیرہ [5]

بعض لوگوں نے عبد اللہ ابن ذکوان کے امام کسائی سے پڑھنے کے واقعہ کو بعید از قیاس قرار دیا ہے اور

---

[1] غایۃ النہایۃ ۱/۵۳۸
[2] تاریخ بغداد ۱۱/۴۰۸
[3] البدایہ والنہایہ ۱۰/۲۰۲
[4] غایۃ النہایہ ۱/۵۳۶ - ۵۳۷ ومعرفۃ القراء ۱/۱۲۱

اس سلسلے میں نقاش کی روایت پر اس نے تنقید کی ہے کہ وہ اکثر عجیب وغریب باتیں روایت کرتے ہیں اور یہ بھی دلیل دی ہے کہ حافظ ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اس طرح کی کوئی بات نہیں لکھی ہے، جب کہ واقعہ یہ ہے کہ خود امام عبداللہ ابن ذکوان کا بیان ہے کہ میں امام کسائی کے پاس چار ماہ رہا [1] اور کئی بار قرآن پڑھا، علامہ ابن الجزری نے اس سلسلے میں نصیر کا ایک قول نقل کیا ہے جس سے امام کسائی کے مسجد دمشق میں پڑھانے کی تائید ہوتی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ امام کسائی کو دمشق جانے میں کوئی چیز مانع بھی نہیں تھی کیونکہ وہ ابتداء سے اسفار کے عادی تھے [2]

رواۃ قرأت امام کسائی کے جن شاگردوں سے ان کی قرأت کی ترویج واشاعت ہوئی اور جن کو اہل فن نے رواۃ قرأت قرار دیا ہے ان کے نام یہ ہیں

۱۔ امام ابوالحارث لیث بن خالد ۲۔ امام ابوعمر وحفص دوری

علم وفضل امام کسائی علم وفضل میں بے مثل اور عظیم المرتبت تھے ان کی شخصیت جامع کمالات تھی علامہ ذہبی نے اعلام لکھا ہے ابوبکر الانباری فرماتے ہیں کہ ان کی شخصیت متعدد خصوصیات کا مجموعہ تھی یہ فن نحو کے بڑے عالم ناموس اور اجنبی الفاظ میں نادرہ عصر اور فن قرأت میں ممتاز تھے [3] خیرالدین زرکلی لکھتے ہیں

واخبارہ مع علماء الادب فی عصرہ کثیرۃ [4] — ہم عصر علمائے ادب کے ساتھ ان کے بہت سے واقعات منقول ہیں۔

قاضی احمد بن کامل فرماتے ہیں۔

وکان عظیم القدر فی ادبہ وفضلہ [5] — کسائی اپنے علم وادب میں عظیم المرتبت تھے۔

ان کے شاگرد فرار کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے میری تعریف کی اور کہا کہ آپ کسائی کے پاس کیوں جاتے ہیں۔ آپ تو علم نحو میں ان کے ہم پلہ ہیں چنانچہ میں نے اس زعم میں مبتلا ہو کر ان سے مناظرہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میری حیثیت ایک چڑیا کی سی ہے جو سمندر میں پانی پی رہی ہو [6]

ایک مرتبہ ایک اعرابی نے امام کسائی سے تاروں کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے تاروں کی بھرپور

---

[1] ایک قول کے مطابق سات ماہ۔ [2] معرفۃ القراء ۱/۱۲۹ وغایۃ النہایہ ۱/۵۳۷۔۲۲۱
[3] معرفۃ القراء ۱/۱۲۳ وغایۃ النہایہ ۱/۵۳۸ [4] الاعلام ۴/۲۸۳
[5] نزہۃ الاولیاء ص ۹۴ [6] بغیۃ الوعاۃ ص ۳۳۶

تفصیل بتائی جس پر اس اعرابی نے کہا

مافی العرب اعلم منک [۱]	عرب میں آپ جیسا کوئی عالم نہیں ہے

ابن الاعرابی فرماتے ہیں ۔

کان الکسائی اعلم الناس ضابطا عالما بالعربیۃ قارئا صدوقا [۲]	امام کسائی بڑے عالم قوی الحافظ، عربیت کے ماہر، قرآن کے قاری اور صدوق تھے ۔

محمد سجستانی کا بیان ہے کہ اہل کوفہ کا ایک عامل بصرہ آیا تو میں اس کے یہاں گیا اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ اے سجستانی علمائے بصرہ کون ہیں، میں نے زیادی، مازنی، ہلال، شاذکونی اور ابن کلبی وغیرہ کے نام بتائے اور انہیں جن علوم میں مہارت حاصل تھی اس کا بھی تذکرہ کیا، چنانچہ عامل بصرہ نے ایک دن ان سب کو جمع کیا اور ہر شخص سے کچھ سوالات کیے علمائے بصرہ نے ان کے جوابات دینے سے اس لیے معذرت کر لی کہ وہ سوال ان کے فن سے متعلق نہ تھا۔ واضح رہے کہ عامل بصرہ نے جان بوجھ کر ہر عالم سے ایسے سوالات کیے جن کا تعلق اس کے خاص علم سے نہیں تھا پھر عامل بصرہ نے کہا اہل کوفہ کے ایک عالم امام کسائی ہیں ان سے جس فن سے متعلق سوال کرو وہ اس کا ضرور جواب دیتے ہیں [۳] خیر الدین زرکلی کہتے ہیں ۔

امام فی اللغۃ والنحو والقرأۃ من اهل الکوفۃ [۴]	امام کسائی لغت، نحو اور علم قرأت میں اہل کوفہ کے امام تھے ۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں ۔

والیہ انتهت الامامۃ فی القرأۃ والعربیۃ [۵]	امام کسائی کی ذات پر قرأت و عربیت کی امامت ختم ہوتی تھی ۔

صاحب تذکرۃ النحاۃ لکھتے ہیں ۔

در نحو لغت از کبار ائمہ بود [۶]	وہ نحو و لغت کے کبار ائمہ میں سے تھے ۔

علامہ شبلی نعمانی نے بھی انہیں مجتہد فن لکھا ہے [۷]

---

[۱] تاریخ بغداد ۱۱/۴۰۶
[۲] ایضاً ص۴۰۶
[۳] تاریخ بغداد ۱۱/۴۰۷
[۴] الاعلام ۴/۲۸۳
[۵] معرفۃ القراء ۱/۱۲۱
[۶] تذکرۃ النحاۃ ص۱۵۱
[۷] المامون ص۲۵

قرأت میں ان کا مرتبہ اس سے پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ فن قرأت میں انہیں امامت کا مرتبہ حاصل تھا اور وہ امام قرأت کہے جاتے تھے علامہ ابن الجزری نے لکھا ہے کہ ان کی ذات پر علم قرأت اور عربیت کی امامت ختم ہوتی ہے[1] علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ کسائی بغداد میں علم قرأت وتجوید کے امام تھے[2] ابن مجاہد کا بیان ہے کہ امام کسائی اپنے زمانہ میں قرأت میں لوگوں کے امام تھے[3] ابوطیب لغوی کا بیان ہے کہ امام کسائی اہل کوفہ کے عالم اور ان کے امام تھے، اہل علم کا مرجع اور ان کے مصلح تھے[4] ابو عبید کتاب القرأت میں لکھتے ہیں۔

وکان من اھل القرأۃ وھی کانت علمہ وصناعتہ ولم نجالس احدا کان اضبط ولا اقوم بھا منہ[5]	وہ فن قرأت سے وابستہ تھے اور یہی اصل ان کا موضوع علم اور اختصاص تھا اور اس فن میں ان سے زیادہ ذکی اور ٹھوس کسی شخص کو ہم نے نہیں پایا۔

امام کسائی ایک مرتبہ پڑھاتے وقت کچھ غلطی کر گئے بعد میں لوگوں کے دریافت کرنے پر اس کا علم ہوا تو اسے درست کرایا اور اپنے شاگرد خلف بن ہشام سے کہا اے خلف میرے بعد کون ہوگا جو غلطیوں سے محفوظ رہے گا تو خلف نے کہا۔

لا اما اذلم تسلم انت فلیس یسلم منہ احد بعدک قرأت القرآن صغیرا واقرأت الناس کبیرا وطلبت الآثار فیہ والنحو[6]	نہیں، جب آپ جیسا شخص جس نے بچپن میں قرآن پڑھا اور بڑے ہو کر لوگوں کو پڑھایا اور اس کے فنی ونحوی نکات پہ بحث کی، نہیں محفوظ رہ سکا تو آپ کے بعد کون محفوظ رہ سکتا ہے۔

امام کسائی اپنے امتیازات کی بنا پر اپنے شیخ امام حمزۃ الزیات کوفی کی وفات کے بعد مسند کوفہ پر متمکن ہوئے اور امام القراء کے لقب سے یاد کیے گئے۔

حدیث امام کسائی اصلاً فن قرأت کے امام تھے اور گو وہ حدیث میں اس مقام تک نہیں پہونچے تاہم دستور

---

[1] غایۃ النہایہ ۱/ ۳۶
[2] تہذیب التہذیب ۷/ ۲۱۳
[3] کتاب التبصرہ ص۲۴۲
[4] ماہنامہ الرشاد اعظم گڑھ مئی جون ۱۹۸۲ء ص ۹۱
[5] معرفۃ القراء ۱/ ۱۲۲
[6] غایۃ النہایہ ۱/ ۵۳۸ - ۵۳۹

زمانہ کے مطابق انہوں نے حدیث کا سماع سفیان بن عیینہ، جعفر صادق، اعمش، زائدہ بن قدامہ، سلیمان بن ارقم اور محمد بن عبیداللہ العرزمی وغیرہ سے کیا [1] اور خود ان سے روایت کرنے والوں میں یحییٰ الفراء، خلف بن ہشام محمد بن مغیرہ، اسحاق بن ابی اسرائیل، محمد بن یزید رفاعی، یعقوب الدورقی، احمد بن حنبل اور محمد بن سعد کے نام قابل ذکر ہیں

صداقت امام کسائی صادق تھے، ابوعمرو دوری سے دریافت کیا گیا کہ آپ لوگ امام کسائی کے ساتھ ان کی نخوت کے باوجود کیسے رہے تو انہوں نے کہا کہ ان کی زبان کی سچائی کی وجہ سے [2]

لغت وعربیت امام کسائی کو لغت وعربیت میں بھی جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے بلند مقام حاصل تھا تذکرہ نگاروں نے انہیں عربی زبان کا امام لکھا ہے اس کی تعلیم کوفہ سے بصرہ جاکر خلیل بن احمد، معاذ الہراء اور ابوجعفر رواسی وغیرہ سے حاصل کی تھی [3]

فضل بن شاذان کا بیان ہے کہ امام کسائی امام حمزہ سے تحصیل علم قرآت کے بعد دیہاتوں میں گئے اور قریب سے ان (کی زبان) کا مطالعہ کیا پھر شہر واپس آئے تو لوگوں کو لغت کی تعلیم دی۔ [4]

طلب نحو کا سبب فن نحو سے ان کی رغبت ودلچسپی کا واقعہ بڑا سبق آموز اور دلچسپ ہے۔ ان کے شاگرد یحییٰ بن زیاد الفراء کا بیان ہے کہ امام کسائی ایک دن پیادہ سفر کے بعد اپنے احباب میں پہونچے ان میں کچھ صاحب علم وفضل تھے اور اپنی تکان کو "عییت" سے بیان کیا اس بیان کے احباب نے کہا کہ تم ہمارے ساتھ بیٹھتے ہو اور اس طرح کی غلطی کرتے ہو۔ امام کسائی نے کہا میں نے کون سی غلطی کی ہے تو ان لوگوں نے بتایا کہ سفر کی تکان کو "عییت" کے بجائے "اعییت" سے بیان کرنا چاہیئے تھا عییت اس وقت بولتے ہیں جب انسان کو کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئے اور بالکل عاجز وبے بس ہو اس واقعہ سے امام کسائی نے بڑی خفت اور شرمندگی محسوس کی اور اسی وقت علم نحو حاصل کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور دریافت کیا کہ اس وقت علم نحو کی تعلیم کون دیتا ہے لوگوں نے معاذ الہراء کا نام بتایا چنانچہ امام کسائی ان کی خدمت میں پہونچے گئے اور ان کے پاس جو کچھ تھا سب سیکھ لیا اس کے بعد بصرہ گئے اور امام النحو خلیل بن احمد سے ملاقات کی ان کے درس میں بیٹھے تو ایک اعرابی نے کہا۔

ترکت اسد اوتمیما وعندھما الفصاحۃ — تم بنو اسد اور بنو تمیم جو فصاحت کے مالک ہیں

---

[1] تہذیب التہذیب ۷/۳۱۳ ومعرفۃ القراء ۱/۱۲۰

[2] معرفۃ القراء ۱/۱۲۳ — [3] ایضاً ۱/۱۲۰ وغایۃ النہایہ ۱/۵۳۶ والفہرست ص ۹۷

[4] غایۃ النہایہ ۱/۵۳۸

وجئت الی البصرۃ ۔ ان کو چھوڑ کر بصرہ آئے ہو۔

پھر امام کسائی نے خلیل بن احمد سے دریافت کیا کہ آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا انہوں نے کہا کہ حجاز کے دیہاتوں نجد اور تہامہ سے پھر امام کسائی دیہاتوں کی طرف چلے گئے وہاں سے واپسی پر خلیل بن احمد کے پاس آئے تو ان کی وفات ہو چکی تھی اور ان کی جگہ پر یونس بن حبیب متمکن تھے۔ امام کسائی نے بہت سے مسائل میں ان سے گفتگو کی تو یونس بن حبیب نے ان کی تصدیق کی اور اپنی مسند درس ان کے حوالے کر دی[1]

علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ امام کسائی دیہاتوں کی طرف چلے گئے، اور ایک مدت تک غائب رہے اور نجد و تہامہ کے اعرابیوں سے لغات اور غریب و نادر الفاظ کو لکھا اور جب واپس آئے تو ان کے لکھنے پر وہ روشنائی کی پندرہ شیشیاں صرف کر چکے تھے[2] اسی طرح کے خیالات کا اظہار صاحب المدارس النحویہ نے بھی کیا ہے[3]

قرأت اور نحو قرن اول میں ہر قاری نحوی ہوتا تھا۔ درحقیقت قرأتوں کے اختلافات ہی نے قاریوں کو اس طرف متوجہ کیا کہ وہ فن نحو کے اصول و ضوابط منضبط کریں تاکہ قراء قرآن مجید کی تلاوت میں کلمات قرآن کی اصل و اساس، موقع و محل اور اعراب سمجھ سکیں، یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ بصرہ کے وہ تمام نحوی جو ابن اسحاق کے بعد کے ہیں ان سب کا تعلق طبقہ قراء سے تھا، قراء سبعہ کے اکثر قاری نحوی ہیں مثلاً امام ابوعمرو بن العلاء بصری امام حمزۃ الزیات کوفی امام عاصم کوفی اور خود امام کسائی وغیرہ ۔

قراء سبعہ کے علاوہ اور بھی بہت سے قراء نحوی تھے جیسے ابن ابی اسحاق حضرمی، عیسیٰ بن عمر، خلیل بن احمد، یونس بن حبیب وغیرہ، سیبویہ بھی قراءتوں کے ماہر تھے اپنی تصنیف الکتاب میں اکثر قراءتوں سے بحث و تعرض کرتے ہیں۔ (جاری ہے)

---

[1] نزہۃ الالباء ص ۸۲ تا ۸۴ و تاریخ بغداد ۱۱/۴۰۴ و بغیۃ الوعاۃ ص ۳۳۶

[2] معرفۃ القراء ۱/۱۲۱ [3] المدارس النحویہ ص ۱۶۹

يَا يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب

معوذتین!
پر
مستشرقین کے اعتراضات کا جائزہ

> مستشرقین اور منکرین قرآن، مختلف ادوار میں مختلف حیلوں بہانوں اور مکر و فریب سے قرآن کی حقانیت، اعجاز اور اس کے انقلابی پیغام پر حملے کرتے رہتے ہیں اور فکر زیغ و ضلال پھیلاتے رہتے ہیں، معوذتین سے متعلق بھی ان کے اعتراضات اسی سلسلہ منحوس کی مذموم کڑیاں ہیں جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب نے اس موضوع کا مفصل جائزہ لیا اور ایک شاہکار علمی مقالہ لکھ کر مستشرقین کے اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا ہے، ذیل میں اس کی پہلی قسط نذر قارئین ہے (ادارہ)

قابل توجہ مسئلہ یہ ہے کہ آیا اِن دونوں سورتوں کا قرآنی سورتیں ہونا قطعی طور پر ثابت ہے یا اس میں کسی شک کی گنجائش ہے؟ یہ سوال اس لیے پیدا ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے عظیم القدر صحابی سے بعض روایتوں میں یہ بات منقول ہوئی ہے کہ وہ اِن دونوں سورتوں کو قرآن کی سورتیں نہیں مانتے تھے۔ اور اپنے مصحف سے انہوں نے اِن کو ساقط کر دیا تھا۔ امام احمد، بزّار، طرانی حمیدی، ابن حبّان وغیرہ محدثین نے مختلف سندوں سے یہ بات حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ اِن روایات میں نہ صرف یہ کہا گیا ہے کہ وہ فرماتے تھے "قرآن کے ساتھ وہ چیزیں نہ ملاؤ جو قرآن کا جزء نہیں ہیں۔ یہ دونوں قرآن میں شامل نہیں ہیں۔ یہ تو ایک حکم تھا۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا۔ کہ آپ اِن الفاظ میں رب کی پناہ مانگیں" بعض روایات میں اِس پر یہ اضافہ بھی ہے کہ وہ اِن سورتوں کو نماز میں نہیں پڑھتے تھے۔ (۱)

اِن روایات کی بناء پر عوام اور ناواقفوں کو عموماً اور مخالفینِ اسلام کو خصوصاً قرآن کے بارے میں یہ شبہات ابھارنے کا موقع مل گیا کہ معاذ اللہ یہ کتاب تحریف سے محفوظ نہیں ہے۔ بلکہ اس میں جب یہ دو سورتیں الحاقی ہیں تو نہ معلوم اور کیا کیا حذف و اضافے اِس کے اندر ہوئے ہوں گے۔

علاوہ ازیں ان روایات سے ظاہری یہ خیال ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تمام قرآن مرتب لکھا ہوا نہ تھا۔ اور صحابہ کو اس ترتیب سے پورا یاد نہ تھا۔ ورنہ ابن مسعودؓ جو صحابہ میں بڑے ذی فضل وکمال اور جلیل القدر عالم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خلوت اور جلوت میں ابتداءِ نبوت سے آخر تک رہے۔ اس سے ناواقف نہ ہوتے۔ اس لیے ضروری ہے۔ کہ اس قسم کی تمام روایتوں پر کافی روشنی ڈالی جائے۔ معوذتین کے متعلق ابن مسعودؓ (م ۳۲ھ) سے تین شخصوں کی روایات ہیں۔

۱۔ عبدالرحمٰن بن یزید النخعی۔ ۲۔ علقمہ۔ ۳۔ زر بن حبیش۔

۱۔ عبدالرحمٰن بن یزید کی روایت

ا۔ عن عبد اللہ بن احمد من حدیث الاعمش عن ابی اسحاق عن عبد الرحمٰن بن یزید قال کان عبد اللہ یحکّ المعوذتین من مصاحفہ ویقول انّھما لیستا من کتاب اللہ۔ (۲)

ترجمہ:۔ عبدالرحمٰن بن یزید کہتے ہیں کہ ابن مسعودؓ معوذتین کو اپنے مصاحف سے چھیل دیتے تھے۔ اور یہ فرماتے تھے۔ کہ یہ قرآن میں نہیں ہیں۔ یعنی یہ قرآن کی سورتیں نہیں ہیں۔

ب:۔ عبد اللہ بن احمد عن عبد الرحمٰن بن یزید قال کان عبد اللہ یحکّ المعوذتین من المصحف ویقول انّما امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَن یتعوّذ بھما ولم یکن عبد اللہ یقرأ بھما ویقول انھما لیستا من کتاب اللہ۔ (۳)

"عبدالرحمٰن کہتے ہیں۔ کہ ابن مسعودؓ معوذتین کو قرآن سے چھیل دیتے تھے، اور فرماتے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو تعویذ بنانے کو فرمایا ہے۔ اور نیز ابن مسعودؓ ان دونوں کی تلاوت بھی نہیں کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ قرآن میں نہیں ہے"

ج۔ واخرج عبد اللہ بن احمد فی زیادات المسند والطبرانی وابن مردویہ من طریق الاعمش عن ابی اسحاق عن عبد الرحمٰن بن یزید النخعی قال کان عبد اللہ بن مسعود یحکّ المعوذتین من مصاحفہ ویقول انھما لیستا من القراٰت او من کتاب اللہ۔ (۴)

"عبدالرحمٰن کہتے ہیں۔ ابن مسعودؓ معوذتین کو چھیل دیتے تھے۔ اور فرماتے کہ یہ قرآت

کہ سورتیں نہیں ہیں۔"

ب۔ علقمہ کی روایت

ا۔ قال احمد ثنا الازرق بن علی ثنا حسان بن ابراہیم ثنا الصلت بن بہرام عن ابراہیم عن علقمۃ قال کان عبد اللہ یحک المعوذتین من المصحف و یقول انما امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یتعوذ بہما و لم یکن عبد اللہ یقرأ بہما ۔ (۱)

"علقمہ کہتے ہیں۔ ابن مسعودؓ معوذتین کو قرآن سے چھیل دیتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعویذ بنانے کا حکم دیا ہے۔ اور عبد اللہ بن مسعودؓ ان کی تلاوت بھی نہیں کرتے تھے۔"

ب۔ واخرج الطبرانی عن ابن مسعودؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سئل عن ھاتین السورتین فقال قیل لی فقلت فقولوا کما قلت ۔ (۲)

"طبرانی نے ابن مسعودؓ کی روایت لکھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دو سورتوں (معوذتین) کے متعلق سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔ مجھ سے کہا گیا میں نے کہا۔ پس تم بھی کہو جیسا میں نے کہا ہے۔"

۳۔ زر بن حبیش کی روایت

ا۔ قال احمد ثنا وکیع ثنا سفیان عن عاصم عن زر بن حبیش قال سألت ابن مسعودؓ عن المعوذتین فقال سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عنہما فقال قیل لی قل فقلت لکم فقولوا قال ابی فقال لنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فنحن نقول ۔ (۳)

"احمد نے وکیع سے انہوں نے سفیان سے انہوں نے عاصم سے اور وہ زر بن حبیش سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے ابن مسعودؓ سے معوذتین کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق پوچھا تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ مجھ سے کہا گیا تو میں نے تم لوگوں سے کہہ دیا۔ پس تم کہو۔ ابی نے کہا ہے۔ پس ہم سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا لہذا ہم کہتے ہیں۔"

ب۔ قال الامام احمد ثنا عفان ثنا حماد بن سلمۃ انا عاصم بن بہدلۃ عن زر بن حبیش قال قلت لابی بن کعب ان ابن مسعودؓ لا یکتب المعوذتین فی مصحفہ فقال اشہد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخبرنی ان جبریل علیہ السلام قال لہ قل اعوذ برب الفلق فقلتہا قال قل اعوذ برب الناس فقلتہا فنحن نقول ما قال

النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۸)

"امام احمد نے عفان سے انہوں نے حماد سے انہوں نے عاصم سے اور انہوں نے زر بن حبیش سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے ابیؓ سے کہا۔ ابن مسعودؓ اپنے مصحف میں معوذتین کو نہیں لکھتے ہیں۔ ابیؓ نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو خبر دی ہے۔ کہ جبریل علیہ السلام نے آپؐ سے کہا۔

"کہو قل اعوذ برب الفلق" اور میں نے کہا۔ اور کہا "کہو قل اعوذ برب الناس" اور میں نے کہا۔ لہذا ہم کہتے ہیں۔ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے۔"

ج۔ عن سفیان بن عیینۃ ثنا عبدۃ بن ابی لبابۃ وعاصم بن بہدلۃ انّھما سمعا زرّ بن حبیش یقول سألت ابیّ بن کعب عن المعوّذتین فقلت یا ابا المنذر انّ اخاك ابن مسعودؓ یحکّھما من المصحف فقال انی سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال قیل لی فقلت فنحن نقول کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۹)

"سفیان بن عیینہ عبدۃ اور عاصم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ان دونوں نے زرّ بن حبیش سے سنا کہ میں نے ابی بن کعب سے معوذتین کے متعلق سوال کیا اے ابا المنذر آپ کے بھائی ابن مسعودؓ معوذتین کو مصحف سے کھرچ دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپؐ نے فرمایا، مجھ سے کہا گیا اور میں نے کہا۔ لہٰذا ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں۔ جیساکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے۔"

د۔ حدّثنا علیّ بن عبد اللہ ثنا سفیان ثنا عبدۃ بن ابی لبابۃ عن زرّ بن حبیش قال سفیان وحدّثنا ایضاً عاصم عن زرّ مثلہٗ قال سألت ابی بن کعب فقلت یا ابا المنذر انّ اخاك ابن مسعودؓ یقول کذا وکذا فقال انی سألت النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فقال قیل لی فقلت فنحن نقول کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۱۰)

"ہم سے علی بن عبداللہ نے، ان سے سفیان نے ان سے عبدہ بن ابی لبابۃ نے زرّ سے اور سفیان نے عاصم سے بھی زرّ کی روایت سنی ہے۔ کہ وہ کہتے تھے۔ میں نے ابی بن کعب سے دریافت کیا۔ اور ان سے کہا۔ اے ابا المنذر آپ کے بھائی ابن مسعودؓ یہ اور وہ کہتے ہیں۔ ابیؓ نے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا۔ مجھ سے کہا گیا۔ اور میں نے کہا۔ پس ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں۔ جیساکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے۔"

تحقیق دربارۂ روایات مذکورہ بالا

معوّذتین کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (م ۳۲ھ) سے عبدالرحمٰن، علقمہ اور زرّ بن جبیش نے یہ روایت کی ہے۔ لیکن عبدالرحمٰن کے سوا کسی نے اپنی روایت میں ابن مسعودؓ کا یہ قول نقل نہیں کیا۔ "انھما لیستا من کتاب اللہ" یعنی یہ دونوں قرآن کی سورتیں نہیں ہیں۔ ابن مسعودؓ کا انکار صرف عبدالرحمٰن نے نقل کیا ہے۔ ابن مسعودؓ کی اس روایت کو چند باتوں نے مشتبہ کر دیا۔ لائق اعتبار نہ چھوڑا اور صحت کے درجے سے گرا دیا۔

۱۔ ابن مسعودؓ سے اس جملہ کی روایت میں عبدالرحمٰن منفرد ہے۔ علقمہ اور زرّ بن جبیش کی روایت میں یہ جملہ نہیں ہے۔

۲۔ عبدالرحمٰن بن یزید کو ابوعبداللہ نے ضعفاء میں شمار کیا ہے۔ اسی طرح امام ذہبیؒ لکھتے ہیں۔
"وقال الفلاس عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر ضعیف الحدیث۔ حدث عن مکحول احادیث مناکیر عند اہل الکوفۃ" (۱۱)

۳۔ عبدالرحمٰن سے راوی ابو اسحٰق ہے۔ جس کے بارے میں عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں۔
"افسد حدیث اھل الکوفۃ ابو اسحٰق، والاعمش۔ وکذا قال مغیرۃ" (۱۲) کہ اُس نے اہل کوفہ کی روایات کو فاسد کر دیا۔ اور اُن سے صحیح روایات نہیں کرتا۔ اور یہ روایت اہل کوفہ سے ہے۔ نیز ابو اسحٰق کے بارے میں ابن سعد کہتا ہے "کان ضعیفا فی الحدیث" حدیث میں وہ ضعیف تھے۔ (۱۳)

۴۔ ابو اسحٰق سے راوی اعمش ہے۔ جس کی حدیث میں بہت اضطراب ہوتا ہے۔ جیساکہ امام احمدؒ فرماتے ہیں "فی حدیث الاعمش اضطراب کثیر" علاوہ ازیں وہ مدلّس ہے اور ضعفاء سے تدلیس کرتا ہے۔ جیساکہ امام

"ھو یدلّس وربما یدلّس عن ضعیف" (۱۴)

۵۔ سلیمان بن مہران الاعمش (م ۱۴۸ھ) شیعہ ہے۔ (۱۵) اگرچہ بعض نے اس کی توثیق کی ہے (۱۶) اور یہ روایت چونکہ عام شیعوں کے خیالات کی تائید کرتی ہے۔ اس لیے اعمش شیعی کی ایسی حدیث قابل تنقیح ہے۔ ابن مدینیؒ کہتے ہیں۔ "الاعمش کان کثیر الوھم فی احادیث ھؤلاء الضعفاء" (۱۷)

۶۔ اعمش یا ابو اسحٰق ان دونوں میں سے تنہا ایک ہی اہل کوفہ کی روایت کو فاسد کر دیتا ہے۔

قال لقد انزل علیّ آیات لم ینزل مثلھن المعوذتین" (۱۹)

"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ بلاشبہ مجھ پر ایسی چند آیات نازل ہوئی ہیں۔ کہ ان کی مثل نازل نہیں ہوئیں۔ یعنی معوذتین۔ اس حدیث کی سند عمدہ ہے۔"

حدیثِ بالا سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اس بات کا علم تھا۔ کہ معوذتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہیں۔ اب اس علم کے بعد کیا ابن مسعودؓ سے یہ ممکن ہے۔ کہ معوذتین کو قرآن سے خارج بتائیں۔ ابن مسعودؓ کی تو بڑی شان ہے۔ یہ تو عام مسلمانوں سے بھی ممکن نہیں۔ ابن مسعودؓ خود فرمایا کرتے تھے۔ "وکان یقول ما من آیۃ الا وانا اعلم انھا لم نزلت وکیف نزلت ولو علمت ان احدا اعلم منی بکتاب اللہ لرحلت الیہ" (۲۰)

"کوئی آیت ایسی نہیں۔ جس کے بارے میں مجھے یہ علم نہ ہو کہ وہ کیوں نازل ہوئی۔ اور کیسے نازل ہوئی۔ اور اگر مجھے یہ علم ہوتا کہ کوئی دوسرا مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کو جانتا ہے۔ تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہوتا۔"

۱۰۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معوذتین کو نمازوں میں پڑھا۔ (۲) صحابہ کرامؓ کو ان کی تعلیم دی۔ صحابہؓ نے آپؐ سے ان کو سنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے فضائل اور ثواب کو بارہا بیان فرمایا۔ قرآن کی دوسری صورتوں سے جو ان کو فضیلت ہے۔ وہ بھی بیان فرمائی ہے۔ اور تمام کتبِ حدیث خصوصاً صحاح میں معوذتین کے بارے میں متواتر روایات ہیں۔ اس لیے صحابہ سے لے کر تمام امت کا معوذتین کے قرآن ہونے پر اتفاق ہے جیسے دیگر صورتوں پر اتفاق ہے ایسی حالت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا اس سے ناواقف ہونا ان واقعات سے ہے جس کے سمجھنے سے انسان کی عقل قاصر ہے۔ اور بجز اس کے صحیح عقل اور انصاف کا فتویٰ نہیں ہو سکتا۔ کہ ابن مسعودؓ کے پردے میں کوئی ناپاک ضمیر ہے۔ جس نے اپنے گندہ تر دیر اور عیاری کو چھپا[illegible] ابن مسعودؓ کا فضل وکمال اس خباثت اور گندگی کا ہرگز متحمل نہیں ہے۔ اس میں شک [illegible] ابن مسعودؓ کے فضل وکمال کے دامن پر جو بدنما داغ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ وہ اس [illegible] نہیں ہوئی کہ وہ خود اپنے اندر اپنے بطلان کی روشن شہادت رکھتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ الشیبانی، احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ) مسند احمد ج ۵ ص ۱۲۹
ابن کثیر، اسمٰعیل بن عمر (م ۷۷۴ھ) تفسیر القرآن العظیم سورۃ الفلق۔
جلال الدین (م ۹۱۱ھ) الدر المنثور سورۃ الفلق السیوطی

۲۔ مسند احمد ج ۵ ص ۱۲۹ - ۱۳۰

۳۔ قسطلانی، محمد بن ابی بکر (م ۹۲۳ھ) ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج ۷ ص ۴۲۸۔

۴۔ العینی، بدر الدین محمود بن احمد (م ۸۵۵ھ) عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ج ۲۰ ص ۱۰

۵۔ اسمٰعیل بن عمر (م ۷۷۴ھ) تفسیر القرآن العظیم سورۃ الفلق۔

۶۔ السیوطی، جلال الدین (م ۹۱۱ھ) الدر المنثور سورۃ الفلق۔

۷۔ حوالہ نمبر ۲

۸۔ ایضاً

۹۔ الحمیدی، عبداللہ بن زبیر (م ۲۱۹ھ) المسند الحمیدی ج ۱ ص ۱۸۵

۱۰۔ البخاری، محمد بن اسمٰعیل (م ۲۵۶ھ) صحیح بخاری کتاب التفسیر، سورۃ الفلق۔

۱۱۔ الذہبی، شمس الدین محمد بن احمد (م ۷۴۸ھ) میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۹۸

۱۲۔ احمد بن حنبل کتاب العلل ج ۱ ص ۵۵، ۱۴۷۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۲۴

۱۳۔ محمد بن سعد (م ۲۳۰ھ) طبقات الکبریٰ ج ۸ ص ۱۴۲۔

۱۴۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۲۴

۱۵۔ المزی، جمال الدین یوسف بن عبدالرحمٰن (م ۷۴۲ھ) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۱۲ ص ۹۱۔

۱۶۔ الذہبی، شمس الدین محمد، تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۲۵

۱۷۔ حوالہ نمبر ۱۴ ۔

۱۸۔ الباقلانی، ابوبکر القاضی، اعجاز القرآن علی ہامش الاتقان ج ۲ ص ۱۹۴

۱۹۔ الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن (م ۲۵۵ھ) مسند دارمی باب فضائل القرآن۔

۲۰۔ الفرہاروی، محمد عبدالعزیز (م ۱۲۳۹ھ) النبراس ص ۵۹۴

۲۱۔ جامع ترمذی، ابواب الصلوٰۃ باب ماجآء ما یقراء فی الوتر۔

جناب ابوالمعظم صاحب

کیا یاسر عرفات یہودی ہیں؟

کیا یاسر عرفات یہودی ہیں آنجہانی رابین نے معاہدہ اوسلو پر دستخط کرنے وقت یاسر عرفات سے گرم جوشی سے ہاتھ ملاتے ہوتے کہا کہ مجھے پہلے شبہ تھا کہ آپ کہیں یہودی تو نہیں۔ لیکن جب سے مسئلہ فلسطین پر آپ کے ساتھ گفتگو شروع ہوتی اس کے بعد سے مجھے یقین ہوگیا کہ آپ مجھ سے بھی زیادہ یہودی ہیں، پھر جب رابین کا قتل ہوا تو یاسر عرفات نے رابین کو شہید امن اور چچازاد بھائی کے الفاظ سے یاد کیا اور کہا کہ میرا بھی انجام ایسا ہی ہوتا تو اچھا ہوتا۔ میرا محسن اور میرا دوست مجھے تنہا چھوڑ کر چلا گیا اسی طرح کے احساسات وجذبات کا اظہار شاہ حسین نے کیا مصر کے حسنی مبارک بھی اس غم میں برابر کے شریک تھے اس حد تک کہ یہودی ٹوپی تدفین کے وقت ان کو اپنے سر پر چپکانی پڑی۔ موخرالذکر دونوں حضرات کے یہودی ہونے کی بحث یہاں نہیں اور نہ ہی ہم یہ بتانا چاہتے ہیں، ان دونوں حضرات کے ملکوں میں یہودیوں کے خلاف لکھنا اور بولنا قابل سزا ہے، اور بیت المقدس کے شہر میں امریکی سفارتخانہ کی منتقلی کے فیصلہ پر کسی عرب وزیر نے احتجاج کی آواز بھی نہیں نکالی بلکہ عمان میں اسرائیل کی زیر سرپرستی اقتصادی کانفرنس میں تمام عرب وزراء شریک ہوئے اور اسرائیلی وزراء سے گلے ملے اور ان کے ساتھ تصویریں کھنچوانے میں سبقت کرنے لگے تاکہ وہ اس دنیا سے جاتے وقت پروانۂ مغفرت اپنے ساتھ لے جاسکیں۔ ان تمام خبروں سے قطع نظر ہم اس سوال پر بحث کرنا چاہتے ہیں کہ کیا واقعی یاسر عرفات کٹر یہودی ہیں، کیا ان کی حفاظت پر یہودی محافظ مامور ہیں اور جو لوگ یاسر عرفات کے مشیر اور دوست واحباب ہیں وہ کون لوگ ہیں اس لیے کہ انسان اپنے ساتھی اور دوست سے پہچانا جاتا ہے۔

یاسر عرفات کے مشیروں اور معاونین اور معاہدہ کی دستاویزات تیار کرنے والے فنی ماہرین کے نام اور پتے ہم آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

حنان میخائیل عشراوی: مسیحیہ، کلیسا کی خدمت خصوصی تحفہ امتیاز پاپائے روم سے مل چکا ہے فلسطینیوں اور یہودیوں کے درمیان رابطہ کا کام ان کے سپرد تھا۔ فلسطینی وفد کی سرکاری ترجمان سرگرم پروٹسٹنٹ تنظیم کی رکن رکین۔

نبیل قیس (پادری) فلسطینی وفد میں گفتگو کی ترتیب اور تنظیم کے نگراں امریکی اور اسرائیلی یہودیوں کے

گہرے روابط ۔

عفیف صافیہ (مسیحیہ) پاپائے روم سے تمغہ امتیاز پائے ہوئے لاطینی امریکہ میں عیسائی مشنریز کی نگران لندن میں فلسطینی سفارت خانہ کی انچارج ۔

یاسر عرفات کی بیوی سُہیٰ الطویل (مسیحیہ) شادی سے قبل بطور سکریٹری اور مشیر کے انہوں نے یاسر عرفات کے ساتھ کام کیا، پیرس کی سوربون یونیورسٹی سے فارغ، حیفا کے ایک دولتمند مسیحی مبلغ کی صاحبزادی ۔

ابراہام صوص (مسیحی پادری) پیرس میں فلسطینی سفارتخانے کے انچارج، میرا یہودی دوست نامی کتاب کے مصنف، سُہیٰ کی بہن سے شادی کی، پیرس میں متعدد شراب خانے اور عریاں کلب کے مالک ہیں ۔

زُہدی الطرزی، ویٹیکن سٹی کی طرف سے مسیحی خدمت پر تمغۂ امتیاز پائے ہوئے جنیوا میں فلسطینیوں اور یہودیوں کے درمیان غیر رسمی بات چیت ان کی نگرانی میں ہوتی تھی ۔

او جین مخلوف (مسیحی) سویڈن میں فلسطینی سفارتخانے کے انچارج متعصب عیسائی مبلغ افریقہ میں کام کرنے والی عیسائی مشنریز کے نگران و منتظم پاپائے روم کے دباؤ پر یونان کی شہریت ان کو دی گئی ۔

عماد شقور (مسیحی) تحریک آزادیٔ فلسطین کی انقلابی مجلس کے اہم رکن، یاسر عرفات کے سفر و حضر کے ساتھی اسرائیل کے ساتھ خفیہ گفتگو کے ذمہ دار متعدد فلسطینی و یہودی کمپنیوں کے مالک، تحریک فتح کے بعض ارکان نے عماد پر چھ ملین ڈالر کے گھپلہ کا الزام لگایا تھا

ریمنڈ الطویل۔ یاسر عرفات کی خوشدامن لاطینی امریکہ میں فلسطینی امور کی انچارج پاپائے روم نے یاسر عرفات سے کہہ کر انھیں سفارتخانہ کا انچارج بنوایا ۔

جارج سالم (مسیحی) حنان عشراوی کے ماموں ۔ امریکی شہری اور امریکی حکومت کے ملازم فلسطینی امریکی گفتگو میں دستاویزات یہی حضرت تیار کرتے تھے ۔

ایلی خیر (مسیحی) کناڈا میں فلسطینی پناہ گزینوں کے انچارج، فرانسیسی کلیسا کے مبلغ عبرانی زبان کے ماہر ۔

یزید صائغ (مسیحی) ترکی میں عربوں فلسطینیوں اور اسرائیلیوں کے درمیان گفتگو کے انچارج ۔

شوقی ارملی (مسیحی) فرانسیسی کلیسا کے مبلغ، بلجیم میں یورپی مشترکہ منڈی میں فلسطینی وفد کے نمائندہ

رمزی قدری (مسیحی) مسیحی مبلغ یاسر عرفات کے آفس انچارج ۔

کمیل منصور (مسیحی) فلسطینی وفد کے قانونی مشیر یاسر عرفات کے سکریٹریٹ میں ملازمین کے انچارج ان ملازمین کی ترقی و تنزلی کے مدار المہام ۔

یاسر عرفات کے ان تمام مشیروں میں وہ لوگ ہیں جو صلیب کی خدمت پر انعام پائے ہوئے ہیں ـــ دیکھ

باقی رکھنے کے سلسلے میں سوالات کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ان کو زندہ رکھنے میں ہمارا قومی مفاد پوشیدہ ہے۔ بیروت سے جب سمندری راستے سے یاسر عرفات اپنے حامیوں کے ساتھ امریکی بحریہ کی حمایت میں نکل رہے تھے تو چھٹی بار صرف دوسو میٹر کے فاصلے پر لوساد کے قاتل دستوں سے دور تھے۔ قاتل نے کہا کہ اس بار تو اطمینان سے اپنے دشمن کو یقینی طور پر قتل کر سکتا ہوں لیکن یہ "قتل بھی نہ ہو سکا۔ مناحم بیگن نے دوسری بار اپنے وزراء کی مجلس میں کہا کہ یاسر عرفات کو باقی رکھنے میں ہمارا فائدہ یہ ہے کہ اگر ان کو قتل کر دیا گیا تو کوئی ایسا شخص آئے گا جو کٹر مسلمان ہوگا اس سے معاملہ آسان نہ ہوگا۔ ان دنوں یاسر عرفات کے جانشینوں میں ابوجہاد (خلیل الوزیر) کا نام لیا جاتا تھا، جن کی اسلامیت معروف و مشہور تھی۔ لوساد نے ان کو بھی راستہ سے ہٹا دیا۔ پھر دوسرے نمبر پر فاروق قدومی کا نام لیا جاتا تھا، انہوں نے اسرائیل کے ساتھ معاہدہ کے بنیادی امور پر سخت اعتراضات کیے تھے۔ اسرائیلی نقطہ نظر سے فاروق قدومی تشدد اور فنڈا منٹلسٹ حلقوں کی نمائندگی کر رہے تھے۔ اور ان کے اخلاقی اثرات فلسطینیوں پر غیر معمولی ہیں اور اپنی طاقتور شخصیت کی وجہ سے صیہونیوں کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔

۱۹۸۵ء میں یاسر عرفات کے بعض محافظوں نے قبرص میں ایک بحری جہاز پر حملہ کر کے تین یہودیوں کو قتل کر دیا تھا۔ اس کے انتقام میں چھ اسرائیلی جہازوں نے تونس میں فلسطینی دفاتر پر فضائی حملہ کیا جس میں تہتر فلسطینی قیادت کے مردان کارکام آئے اس موقع پر بھی علم کے باوجود یاسر عرفات کی قیام گاہ کو نظر انداز کر دیا گیا، اس وقت بھی شمعون پیریز (جو وزیر خارجہ تھے اور اس حملہ کے انجینئر اور پلانر تھے) یہی کہا تھا کہ یاسر عرفات کی بقاء و حفاظت ہمارے قومی مفاد کا بنیادی تقاضا ہے اور یہ قومی مفاد اس وقت پورا ہوا، جب اسرائیل کی مرضی کے مطابق معاہدہ ہو گیا۔ رابین نے یہ کہا کہ ہم تو اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ اتنی آسانی کے ساتھ ہم کو ہمارا ملک مل جائے گا۔ ہم اس کے لیے یاسر عرفات کے شکر گذار ہیں اور اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہ ہم سے زیادہ مخلص یہودی ہیں

ایک یاسر عرفات ہی نہیں امریکہ کے منظور نظر ہیں۔ اس حمام میں صدام، قذافی اور دیگر بھی بہتیرے نظر آئیں گے۔ لبنان میں صدام اور لیبیا کے مخالف قاتل دستوں نے یہ بیانات دیئے تھے کہ ان دونوں کو چودہ بار قتل کرنے کی سازش کی گئی، لیکن ہر بار امریکی سی آئی اے نے ان دونوں کو بروقت مطلع کر دیا۔ امریکہ نے بھی ایک بار قذافی پر حملہ کیا مگر وہ بچ گئے یا بچا لیے گئے۔

حافظ محمد اقبال رنگونی

سعودی عرب کیلئے خطرے کا الارم

سعودی عرب کے حکمراں امریکہ اور یورپ کے ساتھ دب کر نہیں برابر کی سطح پر گفتگو کریں

گزشتہ کچھ دنوں سے برطانیہ یورپ اور امریکی ذرائع ابلاغ نے سعودی عرب کے خلاف ایک مشترکہ محاذ کھول دیا ہے ہر دو چار ... دن کے بعد سعودی عرب کے خلاف پروگرام دکھائے جا رہے ہیں اور مختلف زعماء کے بیانات سامنے آرہے ہیں تین ہفتہ قبل برطانیہ کے چینل ۴ نے DESPATCHES کے عنوان تلے سعودی عرب میں سیاسی قیدیوں اور حکومت مخالف لوگوں پر تشدد پر مبنی ایک دستاویزی پروگرام نشر کیا اس پروگرام سے بظاہر یہ تاثر دیا گیا کہ برطانوی اور یورپی کمپنیاں سعودی عرب کی حکومت کو کچھ ایسے خطرناک آلات خفیہ طور پر فراہم کر رہی ہے جس سے انسانی حقوق مجروح کیے جاتے ہیں اور ان آلات کے ذریعہ وہاں کے لوگوں کے انسانی حقوق دبائے جاتے ہیں ان ہتھیاروں کی فراہمی میں برطانوی وزراء اور حکومت کے اعلیٰ عہدیدار بھی ملوث دکھائے گئے لیکن درحقیقت اس پروگرام کا مقصد سعودی عرب کی حکومت کو بدنام کرنا اور اس کے خلاف عام پبلک کا ذہن خراب کرنا تھا۔ دراصل یورپ کے عوام کو یہ بتلانا تھا کہ سعودی عرب کی پولیس اور اس کی انٹیلی جنس سیاسی قیدیوں اور دوسرے مجرموں کو تشدد کا نشانہ بناتی ہے اور انہیں اس طرح تکلیف دیتی ہے جو انسانی حقوق کے قطعاً خلاف ہیں۔ سعودی عرب کی جیلوں میں قیدیوں کی چیخ اور ان کے زخم اور اس کے نشانات کی بھی عکاسی کی گئی۔ اس پروگرام میں بطور خاص ایمنسٹی انٹرنیشنل کے ایک نہایت ذمہ دار شخص کو بھی مدعو کیا گیا جس نے ان حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس پروگرام کی معلومات تحقیقی ہیں اس لیے اس مسئلہ پر نہایت سنجیدگی سے نوٹس لیا جانا چاہیئے THIS IS VERE SERIOUS MATTER اور یورپی زعماء کو اس صورت حال کا برابر جائزہ لینا چاہیئے۔

یہ پروگرام نہ صرف یہ کہ دوسری رات پھر دکھایا گیا بلکہ ایک ہفتہ کے بعد اسے دوبارہ نشر کیا گیا اور اس کی وجہ یہ بتلائی گئی کہ چونکہ یہ پروگرام اعلیٰ تحقیقات کا نتیجہ ہے اس لیے اس پروگرام کی دوبارہ اشاعت لازمی ہے تاکہ یورپ کے عوام اس قسم کے تحقیقی مواد سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ ابھی اس بات کو ہفتہ بھی نہ گذرا تھا کہ B.B.C نے اطلاع دی کہ وہ بھی ایک ایسے پروگرام کو دوبارہ نشر کر رہا ہے جو اس نے آج سے پندرہ سال قبل نشر کیا تھا جس میں

سعودی عرب میں حکومتی سطح پر ہونے والی زیادتیوں اور انسانی حقوق کی پامالیوں کی شہادتیں موجود ہیں ۔

سعودی عرب کے خلاف یہ پروپیگنڈہ صرف برطانیہ ہی میں نہیں یورپ اور امریکہ میں بھی برابر ہو رہا ہے اور یہ صرف T.V پروگراموں تک محدود نہیں برطانوی اخبارات کے صفحات گواہ ہیں کہ وہ بھی اس جنگ عظیم میں برابر حصہ لے رہے ہیں انہی دنوں برطانیہ کے اخبارات نے بھی سعودی عرب کی عدالتوں کو اپنی شدید تنقید کا نشانہ بنا رکھا ہے اور مختلف واقعات کے ذریعہ یہ تاثر ابھارا جا رہا ہے کہ سعودی عرب کی عدالتوں میں انصاف نام کی کوئی چیز نہیں ہے ظلم ہی ظلم اور یک طرفہ کاروائی ہو رہی ہے مجرموں اور ملزموں کو حق دفاع سے محروم رکھا جا رہا ہے اور کسی کی کوئی بات سنے بغیر ہی اس پر سزا نافذ کر دی جاتی ہے ۔ اور یہ سب اس انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے جسے امریکہ اور یورپ اور اس کی نمائندہ سیاسی اور مذہبی جماعتیں انسانی حقوق قرار دیتی ہیں ۔

غرضیکہ وہ ساری خرابیاں جس سے عام پبلک کا ذہن متاثر ہو اور اس قسم کے واقعات کو یورپ والے انتہائی قابل نفرت جانیں اور انہیں غیر مہذب اور وحشیانہ قرار دیں سب کے سب سعودی عرب کے کھاتے میں ڈالے جا رہے ہیں ۔

جنگ خلیج پر نظر رکھنے والے اس امر سے اچھی طرح واقف ہیں کہ امریکہ اور یورپ نے عراق کی تباہی کا پروگرام یکایک ترتیب نہیں دیا تھا ۔ ایسا نہ ہوا تھا کہ ادھر کویت پر قبضہ ہوا اور پھر اس کے بعد عراقی حکومت کے سارے مظالم سامنے لائے گئے بلکہ بہت عرصہ پہلے عراق کے خلاف ذہن سازی کی گئی سیاسی اور مذہبی طور پر ایک ایسی فضا تیار کی گئی جس سے عام لوگوں میں یہ تاثر قائم ہو جائے کہ واقعی عراق کی حکومت انسانی حقوق کی دشمن ہے اس لیے اب اس کے خلاف کاروائی کی جائے ۔ برطانیہ ہی کی ایک کمپنی نے عراق کو مال سپلائی کیا ۔ برطانیہ ہی نے اسے منظر عام پر پیش کیا اور مسلسل کئی دنوں تک برطانوی بی بی سی اور امریکی نشریات چیخ چیخ کر کہتے رہے کہ عراق انسانی حقوق کی پامالی کر رہا ہے ۔ اس پر اسلام دشمن مبصرین تبصرے کرتے رہے ۔ جب پوری دنیا میں یہ فضا بن گئی کہ عراقی حکومت ظلم کر رہی ہے اور اس کا نظام ایک جابر و ظالم حکمران کے ہاتھ میں ہے اور وہاں کرد ۔ شیعہ ۔ اور دوسری قوموں کے انسانی حقوق دن رات پامال ہو رہے ہیں کسی کی کوئی آواز وہاں سنی نہیں جاتی تب جا کر ایک منظم منصوبہ کے تحت عراق کی تباہی کا کھیل کھیلا گیا ۔ اس طرح ایک طرف اسلامی ملک کی سرزمین اور اس کے باشندے خاک و خون میں تڑپے ۔ مسلمانوں کو ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا تو ساتھ ہی اسلامی ممالک میں انتشار و اختلاف کا ایسا زہریلا بیج بویا گیا کہ جس سے سوائے کانٹوں کے اور کچھ حاصل نہ ہوا ۔ پھر مسلمانوں کی ایک خطیر رقم مسلمانوں (خاص طور پر سعودی عرب) کی رقم اسے ہی وصول کی گئی یہ سب کچھ ایک منظم سازش

کا نتیجہ تھا کوئی یکایک آنے والا حادثہ فاجعہ نہ تھا۔

سعودی عرب کے خلاف دکھائے جانے والے یہ مسلسل پروگرام اور بیانات اپنی اندر حقیقت کا کس قدر وزن لیے ہوئے ہیں اور پروپیگنڈہ کس کمال کا ہے؟ اس بحث میں جائے بغیر سوال یہ ہے کہ امریکہ اور یورپ کے حکمران اور ان کے زعماء آج تک اس باب میں کیوں خاموش رہے؟ اگر یہ زیادتیاں واقعی ہو رہی ہیں اور دن رات ہو رہی ہیں تو امریکہ اور یورپ سالہا سال سے اس پر چپ کیوں ہے؟ آخر اس کے خلاف ایکشن کیوں نہیں لیا گیا؟ تجارتی معاملات کیوں ختم نہیں ہوئے؟ اقوام متحدہ میں آواز کیوں نہیں اٹھی؟ ان حکمرانوں نے سعودی حکمرانوں کے ساتھ سخت دھمکی آمیز لب ولہجہ میں بات کرنے کی زحمت کیوں گوارا نہیں کی؟ اگر سعودی عرب کی حکومت گزشتہ کئی سالوں سے انسانی حقوق کی پامالیوں اور وحشیانہ کارروائیوں کی بنا پر مجرم ہے تو (سابقہ اور موجودہ) امریکی اور یورپی حکمران اس سے بھی بڑے مجرم ہیں کہ انہوں نے عمداً ان واقعات پر پردہ ڈالا اور مجرموں کی برابر حوصلہ افزائی کرتے رہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اس وقت سعودی حکومت کے خلاف یکایک مسلسل پروپیگنڈہ کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ جنگ خلیج کے بعد امریکہ اور یورپ اور سعودی عرب کے درمیان سیاسی اور تجارتی سطح پر وہ سرگرمی نہیں دکھائی دیتی جو جنگ خلیج سے پہلے تھی۔ سعودی عرب کی حکومت نے جنگ خلیج سے یہ سبق حاصل کر لیا کہ امریکہ اور یورپ سعودی عرب کے خیرخواہ اور دوست نہیں بلکہ انہوں نے دوستی کے لبادے میں خطرناک دشمنی کا مظاہرہ کیا ہے۔ یہ لوگ پیسے کے پجاری دولت کے لالچی اور مسلمانوں کے شدید دشمن ہیں اہل اسلام کو خستہ حال رکھنا ان کا مقصد وحید ہے انہیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ سعودی عرب اور اس کے حکمرانوں کا کچھ بھلا ہو جائے انہیں غرض اپنے پیسے سے اور مقصد سے ہے۔ جب تک پیسہ اور مقصد ہے سب ٹھیک ہے کا نعرہ لگے گا اور جس دن یہ مقصد فوت ہو جائے اس دن سب خراب ہے کا پروپیگنڈہ شروع ہو جائے گا۔ آپ [illegible] ہیں کہ جنگ خلیج کی وجہ سے جہاں عراق تباہ ہوا۔ کویت مکمل طور پر امریکہ اور یورپ کے زیر اثر آگیا تو [illegible] سعودی عرب بھی کئی بلین ڈالر کا مقروض ہو کر رہ گیا ہے۔ اسی احساس کا نتیجہ تھا کہ سعودی عرب کے فرما[illegible] الحرمین الشریفین ملک فہد نے گزشتہ سال بجٹ کے موضوع پر کی گئی تقریر میں کھل کر یہ بات کہدی [illegible] ہوئے امریکہ اور یورپ کو جنگ خلیج کی پوری پوری قیمت ادا کی ہے۔ یعنی امریکہ اور یورپ اگر یہ سمجھتا ہے کہ اس نے سعودی عرب پر کوئی احسان کیا ہے تو یہ خلاف واقعہ اور غلط بات ہے اسے یہاں آنے کے پورے پورے پیسے ملے ہیں (بلکہ یہ کہا جائے تو بجا ہو گا کہ اسی نے یہاں آنے کے راستے بنائے اور کچھ اپنی

نے وہ راستے ہموار کیے تاکہ اسے پیسے بھی ملیں اور اہل اسلام کی خلاف اپنی شدید دشمنی کا کھلا مظاہرہ بھی کریں)

خادم الحرمین الشریفین ملک فہد کا یہ بیان آپ کو اندر کی صورت حال معلوم کرنے میں بڑی حد تک مدد دے گا اور یہ بات واضح ہو جائے گی کہ اس وقت سعودی عرب میں امریکہ اور یورپ کے کردار کو کس نظر سے دیکھا جا رہا ہے۔

علاوہ ازیں خادم الحرمین الشریفین ملک فہد کی مسلسل علالت اور ولی عہد الامیر عبداللہ کو اقتدار کی منتقلی کا مسئلہ بھی ان ممالک کے لیے پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے۔ امریکہ اور یورپ نہیں چاہتا کہ موصوف آئندہ سعودی عرب کے فرمانروا بنیں کیونکہ موصوف مزاجا شاہ فیصل مرحوم کے بہت قریب ہیں اور وہ امریکہ ہو یا یورپ سب سے برابر کی سطح پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ دسمبر ۹۵ء میں سفر عمرہ میں سعودی عرب کے مختلف اکابر اور دوستوں سے دوران گفتگو یہ بات کھلی کہ خادم الحرمین الشریفین ملک فہد کی مسلسل علالت پر امریکہ کی کڑی نظر ہے، اور وہ پل پل دیکھ رہے ہیں کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھ رہا ہے، سعودی عرب کے عوام ولی عہد امیر عبداللہ حفظہ اللہ کو ترجیح دیتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے دور میں ملک کے حالات میں نمایاں تبدیلی آئے گی اور موصوف امریکی اور یورپی سیاست کا بھرپور جواب دینے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں (واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب)

یہ وہ حالات ہیں جس سے امریکہ اور یورپ پریشان کن صورت حال سے دوچار ہے وہ چاہتا ہے کہ اس وقت سعودی عرب کے خلاف مذموم پروپیگنڈہ کچھ اس تسلسل کے ساتھ کیا جائے کہ پوری دنیا بالخصوص یورپ کے عوام اس بات کے قائل ہو جائیں کہ واقعی سعودی عرب میں انسانی حقوق کی پامالی ہو رہی ہے اور اقوام متحدہ کے ذریعہ سعودی عرب کی حکومت پر شدید دباؤ ڈالا جائے اور اگر آئندہ کسی وقت سعودی عرب کے خلاف کوئی محاذ کھولا جائے تو یورپی اور امریکی عوام اپنے اپنے زعماء کا بھرپور ساتھ دیں اور ان کے خلاف کی جانے والی ہر کاروائی کو انصاف اور مہذب دنیا کی سلامتی کا عنوان دے سکیں۔

ہم سعودی عرب (اور دوسرے تمام اسلامی ممالک) کے حکمرانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ان حالات کا سنجیدگی سے جائزہ لیں۔ امریکہ اور یورپ جس شدت کے ساتھ سعودی عرب کے خلاف پروپیگنڈے کی ابتداء کر چکے ہیں وہ خطرناک حالات کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ ہمیں بھی چاہیئے کہ اسی شدت کے ساتھ امریکہ اور یورپ کا گند سامنے لائیں اور ان کی گندی سیاست بے نقاب کریں اب ان کے

(بقیہ ص ۵۹ پر)

مولانا شبیر احمد صاحب استاد دارالعلوم دیوبند

نقطہ نظر

دینی مدارس اور انگریزی تعلیم

دارالعلوم و دیگر عربی اداروں کا مقصد صرف و صرف رجال آخرت تیار کرنا ہے، جو علوم نبوت کے حامل ہوں کر ان کی ترویج و اشاعت کریں، داعی الی الحق ہوں، دنیا ان کا مطمح نظر نہ ہو محض کی رضا جوئی ان کا مقصد وحید ہو، باطل طاقتوں کا مقابلہ، بدعات و محدثات امور اور آئے دن فتنوں اور ملت اسلامیہ پہ طاغوتی طاقتوں کے حملوں کا روک تھام ہی ان کا مقصد ہو لگو اس مقصد میں اس وقت کافی اختلال آگیا ہے وجوہ اس کی کچھ بھی ہوں) لیکن اللہ تعالیٰ نے دوسرے مواقع پر تزکیہ کو تعلیم پر مقدم فرمایا ہے معلوم ہوا تزکیہ مقدم اور نہایت ضروری ہے خیر یہ تو ایک نکتہ ہے (لعلہ هکذا)

الحاصل دعائے ابراہیمی میں جن امور کا ذکر فرائض نبوت کے طور پر کیا گیا ہے یعنی تلاوت، تزکیہ اور تعلیم کتاب و حکمت وہی فرائض ورثۃ الانبیا کے ہونا ازبس کہ ضروری ہیں۔ آج کل ایک خاص طبقہ کی جانب سے علوم عصریہ کی ضرورت پر خاصہ زور دیا جا رہا ہے، اس سلسلے میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ علوم دنیا کا علماء کے ساتھ ضروری ٹھہرانا ایسا ہی ہے جیسے عورت کو ٹوپی پہنانا، امت کو ٹھوس استعداد کے علماء کی ضرورت ہے، دوسری چیزوں میں اشتغال سے اصل مقصد کا فقدان یا اس میں اختلال ضرور آئے گا۔

علوم عصریہ کے داخل نصاب کرنے کے لیے یہ دلیل دینا کہ ہمارے علماء و فضلاء دوسروں کے شانہ بشانہ چل سکیں گے، اس سے دنیا طلبی اور ترقیات میں تو ممکن ہے کہ دوسروں کے شانہ بشانہ ہو جائیں، لیکن جو مقصد ہے وہ ضرور فوت ہو جائے گا اس لیے کہ اس وقت خصوصاً حالات میں زبردست انقلاب ہے، اور معاشرہ میں بڑا فساد ظهر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس چہار سو سے فتنوں کی بھرمار ہے۔ کقطع اللیل المظلم، ہمارے ان نو عمر علماء فارغین کا ان سے متاثر ہو کر راہ سے ہٹ جانا کوئی امر بعید نہیں۔

دیکھنے میں کچھ ایسا ہی آیا ہے کہ علوم دینیہ سے ہٹ کر جو لوگ دنیوی علوم و فنون کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ بالعموم بعد چندے اسی کے ہو رہتے ہیں اور بمقتضائے غیرت خداوندی پھر توفیق یزدانی سلب ہو جاتی ہے عافانا اللہ منہ، اعمال تو درکنار خیالات و افکار تک میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے یہ ایک مشاہداتی امر ہے جس کا انکار

نہیں کیا جا سکتا، الا ماشاء اللہ۔ اول تو ذی استعداد طلبا نکلتے ہی کم ہیں جو ارباب مدارس کے لیے لمحہ فکریہ ہے جو معدودے چند نکلتے ہیں وہ علوم مروجہ اور انگریزی و ہندی کی نذر ہوکر ترویج دین تو کیا کریں گے کہیں بدنام کنندہ اکابر نہ بن جائیں۔

اللہ جانے کیا ہو گیا ہے جدھر سے سنئے یہ ہی صدا ہے نصاب بدلو، مدارس میں علوم مروجہ داخل کرو، انہیں صنعت وحرفت کی تعلیم دلاؤ تاکہ ہمارے فارغین کارآمد بن سکیں، معلوم نہیں اس کارآمد ہونے سے کیا مراد ہے، دنیا کے لیے ممکن ہے کار آمد بن جائیں لیکن رجال آخرت وخدام دین قطعاً نہ بنیں گے۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے زمانہ میں مدرسہ شاہی مرادآباد میں کسی رکن شوریٰ کی تجویز تھی کہ مدرسہ شاہی مرادآباد میں کسی رکن شوریٰ کی تجویز تھی کہ مدرسہ میں ٹیکنیکل تعلیم بھی ہونی چاہیے، مجلس شوریٰ میں تجویز آئی تو حضرت نانوتویؒ و دیگر اکابر نے فرمایا ہم نے مدرسہ ملا مولوی بنانے کے لیے قائم کیا ہے ٹیکنیکل کے لیے اور بہت دنیوی ادارے ہیں۔

یہ بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے غلط ہو تو اللہ معاف فرمائے اگر ارباب مدارس نے ان مشورہ دینے والوں سے متاثر ہوکر (جیسے ہمارے بعض احباب اس مرعوبیت کے شکار ہیں) اکابر کی لائن سے سرمو انحراف کیا، پھر ان اداروں کی خیر نہیں، ان کی اصل روح فنا ہو جائے گی جیسے ہمارے سامنے اس طرح کے کچھ اداروں کی مثال موجود ہے جن میں دنیا ہی دنیا ہے دین برائے نام ہے۔

مقاصد و توابع

گزارش یہ ہے کہ مقاصد و توابع میں امتیاز ناگزیر ہے، اس وقت دارالعلوم میں یہ بات دیکھنے میں آرہی ہے کہ تصنع وتکلف اور ظاہرداری تیزی سے گھسی آرہی ہے اور حقیقت و معنویت رخصت ہوتی جاتی ہے، مثلاً طلباء کے ہفتہ واری پروگرام جن میں اکثر شرکت کا موقع ہوتا ہے، ان کی تمرینی تقریروں میں دلاویز الفاظ کی تو خوب بھرمار ہوتی ہے، اور مضمون و معلومات بدرجہ نفی، عربی و فارسی کے الفاظ مستعملہ معروفہ کو چھوڑ کر انگریزی کے الفاظ بولنے کو باعث افتخار سمجھتے ہیں۔

کچھ اور عرض کرنے کی اجازت چاہوں گا، جو کوئی طالب علم چند الفاظ عربی بولنے یا لکھنے پر معمولی قدرت حاصل کرلیتا ہے حالانکہ اس میں قواعد نحو وصرف اور صلات وغیرہ کی کتنی ہی فاحش غلطیاں ہوتی ہیں بس وہ اسے منتہائے کمال و معراج قابلیت سمجھنے لگتا ہے، حالانکہ یہ چیز ایسی کچھ مہتم بالشان نہیں اور ان میں علمی صلاحیت کچھ بھی نہیں ہوتی جن اداروں نے محض زبان کو مقصود بنایا ان کا حشر سب کے سامنے ہے۔

تمرین عربی کی افادیت سے انکار نہیں اور انکار ہو بھی کیسے سکتا ہے، اللہ کی کتاب عربی إنا أنزلناه قرآنا عربیا لعلکم تعقلون اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری زبان عربی لیکن مقصود کے درجہ میں ہرگز نہیں جس کی طرف عام رجحان بڑھتا جارہا ہے اور مقصود سے دوری ہوتی جارہی ہے اگر تکمیل مقصود

کے ساتھ تبعاً د ضمناً کچھ طلبہ میں ایسی استعداد پیدا ہو جائے کہ عربی بولنے اور لکھنے پر قدرت حاصل کرلیں تو بہت اچھا ہے اور کسی درجہ میں اس کی ضرورت بھی ہے، لیکن تکمیل مقصود کے بعد ثانوی درجہ میں، اور دلیل اس کی یہ ہے کہ ہمارے اکابر نے کبھی اس طرف توجہ نہیں دی نہیں تو کم از کم دارالعلوم میں آج ذریعہ تعلیم عربی زبان ہوتی۔

استاذ اکبر شیخ مدنیؒ کا زمانہ تھا، اسباق حدیث کا آغاز ہوا احقر کے دورہ کا سال تھا کسی طالب علم نے پرچی دی "آپ سبق کی تقریر عربی میں فرمائیں"، حضرتؒ نے پرچی پڑھ کر سنائی اس پر کوئی تحسین نہیں فرمائی، بس یہ فرمایا "بہت اچھا"، چنانچہ اسی وقت حضرتؒ نے عربی میں بولنا شروع کر دیا، تقریباً ایک ہفتہ یہ سلسلہ جاری رہا، پھر کسی اور ساتھی نے پرچی دی "ہماری سمجھ میں نہیں آتا آپ اردو میں تقریر فرمائیں"، حضرتؒ نے پرچی پڑھ کر فرمایا "بہت اچھا" اور پھر اردو میں تقریر شروع ہو گئی اور اس پر آپ نے کوئی مذمت نہیں فرمائی۔

دارالعلوم میں پہلی دفعہ جامع ازہر (مصر) کے دو استاذ شیخ عبدالمنعم النمر (مرحوم) اور شیخ عبدالعال العقباوی یہاں عربی بول چال سکھانے کے لیے بھیجے گئے، اس سے پہلے دارالعلوم میں صف عربی اور تمرین کوئی جانتا بھی نہ تھا لیکن اس وقت باصلاحیت علماء دعائیں دارالعلوم سے فارغ ہو کر نکلتے تھے ان میں کتنے ہی ایسے بھی ہیں جنہوں نے عربی میں تصنیفات کی ہیں، شروح و حواشی لکھے ہیں، ہم پر بھی اس وقت خمار تھا کہ عربی میں گفتگو ہونی چاہیے، ذریعہ تعلیم کم از کم ادب کی کتابوں میں عربی زبان ہونی چاہیے، چناں اور چنیں، چنانچہ تدریس چھوڑ کر ایک سال دارالعلوم میں دوبارہ داخلہ لے کر صف عربی میں ان اساتذہ سے پڑھا، لیکن اب سمجھ میں آتا ہے کہ جس منہج پر اکابر نے کام کیا ہے اسی پر چلنے میں خیر و برکات ہیں۔

مغالطہ یا حقیقت؟

ایک جماعت یہ بھی کہتی ہے انگریزی کی فی زمانہ بہت ضرورت ہے اس کے بغیر دعوت اسلام غیر مسلموں میں دشوار ہے، ہمارے گرد و پیش میں جہالت پھیل رہی ہے ہر اعتبار سے فساد ہی فساد ہے، پہلے ان کی اصلاح کی ضرورت ہے اور دعوت اسلام کے لیے چاروں طرف ہنود و غیر مسلم رہتے ہیں، ضرورت ہے پہلے انہیں دعوت دی جائے، اس کے لیے کونسی انگریزی اور سائنس کی ضرورت ہے، سب لوگ اردو بولتے اور سمجھتے ہیں اصل چیز جس کی ضرورت ہے وہ علم دین میں پختگی، عمل کا نمونہ اور سب سے بڑی چیز درد دل ہے، اکابر امت کی تاریخ ہمارے سامنے ہے، حضرت شاہ الیاس صاحب رحمہ اللہ تمام تمام رات امت کے لیے روتے تھے (حقیقت یہ ہے کہ ہمارے پاس الفاظ ہی الفاظ ہیں عمل کے اعتبار سے صفر) حضرت شاہ ولی اللہؒ سے لے کر حسین احمد مدنیؒ تک جنہوں نے دنیا کے نقشے بدل ڈالے ان میں کون ایسے تھے جو انگریزی کے کسی ایک لفظ سے بھی واقف ہوں، البتہ ان کے پاس علم تھا عمل تھا اور اللہ کا خوف،

نسبت خداوندی جس کا آج مذاق اڑایا جا رہا ہے، اللہ کے دین کے لیے مارے مارے پھرے۔

ان دانشوران قوم سے گزارش ہے کہ اگر قوم وملت کا کچھ درد ہے، خلوص سے کام تو شروع کیجئے اگر دعوت حق کے لیے انگریزی کی ضرورت ہوگی تو انگریزی خواندہ جنہیں انگریزی پڑھانے کی ضرورت بھی نہ ہوگی آپ کے دست و بازو بن جائیں گے وہ آپ کی برکات سے دین پر مر مٹنے والے ہوں گے اور آپ کی انگریزی کی ضرورت کو پورا کریں گے، جماعت تبلیغی ساری دنیا میں پہنچ رہی ہے اور اپنا کام کر رہی ہے وہ بلا کسی تمرین وغیرہ کے انگریزی میں بھی تبلیغ کر رہے ہیں، اور عرب ممالک میں بھی اس لیے یہ مشورہ کہ دینی مدارس میں انگریزی وغیرہ کی ضرورت ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب مرحوم کے زمانہ میں کسی رکن شوریٰ کی طرف سے مجلس میں تجویز رکھی گئی کہ حالات حاضرہ کے پیش نظر ضروری ہے کہ نصاب دارالعلوم میں ہندی داخل کی جائے اس پر حضرت شیخ الحدیث صاحب اور حضرت مجاہد ملت نے سختی سے مخالفت کی حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب نے فرمایا کسی زمانہ میں انگریزی کی جتنی ضرورت تھی آج ہندی کی اتنی ضرورت نہیں ہے، لیکن ہمارے اکابر نے دارالعلوم کے نصاب میں انگریزی کو داخل نہیں ہونے دیا اس لیے آج ہم ہندی کو اپنے دینی نصاب میں ہرگز نہیں گھسنے دیں گے، ان اداروں کو بس جیسے چل رہے ہیں چلنے دیجئے، نہیں تو ان کی افادیت ختم ہو جائے گی او کما قال۔

یہ بھی دیکھنے میں آ رہا ہے کہ کچھ دانشور (جنہیں آج کے عرف میں دانشور کہتے ہیں) ہمارے نوجوان طلبہ کو کھینچنا چاہتے ہیں، سیمیناروں میں مقالات پر انعام تقسیم ہوتے ہیں اس میں خاص طور پر طلبہ دارالعلوم کو نمایاں کر کے دکھایا جاتا ہے، ان کی تحسین ہوتی ہے، اس کا لازمی نتیجہ ہے متاثر ہونا، پھر انہیں مشورہ دیا جاتا ہے تم دینی علوم میں بہت قابل ہو چنانچہ ہو چنیں ہو لیکن تمہیں حالات حاضرہ کا علم ہونا چاہیئے، انگریزی زبان اور علوم عصریہ ضرور حاصل کرنے چاہئیں، اس سے تم کامیاب زندگی گزار سکوگے، امت کے لیے مفید ہوگے اور آئے دن اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کا مقابلہ کر سکوگے وغیرہ وغیرہ۔ اس دام صد رنگ سے بھی خبردار و ہشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

قارئین بنام مدیر

افکار و تاثرات

- پاکستان میں جنسی تعلیم کے عملی اقدامات / میاں طفیل محمد
- عمرہ ویزا کے سلسلہ میں سعودی سفارتخانہ کی وضاحت / سفارتخانہ سعودی عرب
- پی ٹی وی پروگرام ایک لمحہ فکریہ / شیخ عبدالستار
- نئے اسلامی سال کی آمد پر / مولانا عبدالرشید انصاری
- قرآن مجید بمع انگریزی ترجمہ / ادارہ اشاعت قرآن
- قادیانیت کے خلاف جہاد کرنے والے اکابرین / عبدالرشید

پاکستان میں جنسی تعلیم کے عملی اقدامات

بخدمت جناب مولانا سمیع الحق صاحب !

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔ آج ۱۷ اپریل ۱۹۹۶ء کے روزنامہ جنگ لاہور کا فرنٹ کا اور آخری صفحہ اور ان صفحات کی پشت پر بیناؤں کے اشتہارات ملاحظہ فرمایئے اور پاکستان کے دستور کی دفعہ ۲ اور اس دستور میں سرکاری پالیسی سازی سے متعلق مقرر کردہ اصولوں اور ہدایات کی روشنی میں ان کو دیکھئے کہ کس دھڑے سے دستور پاکستان کو پاؤں تلے روندا جا رہا ہے ۔ حد یہ ہے کہ حکومت کے وزیر تعلیم یہ فرماتے ہیں کہ "جنسی تعلیم کے لیے عملی اقدامات کیے جائیں گے"۔ یہ صورتحال دینی عقائد و اقدار کے حامل کسی بھی شخص کے لیے سخت تکلیف دہ بلکہ ناقابل برداشت ہے ۔ لیکن افسوس ہے کہ اب تک اس بارے میں دین کا درد رکھنے والے بعض صحافیوں اور وکلاء نے انفرادی طور پر تو اسلامی دستوری دفعات کی تنفیذ کے لیے عدالتوں کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے ، لیکن جماعت اسلامی یا کسی بھی دینی جماعت کو جنہوں نے چالیس سال کی شب و روز محنت اور جدوجہد سے یہ دستور بنوایا اور نافذ کرایا وہ اس بارے میں بالکل بے حسی کا شکار ہوگئی ہیں ۔ اس لیے میری درخواست ہے کہ جماعت اسلامی نے حال ہی میں نفاذ دستور کے لیے جو کمیٹی بنائی ہے ۔ اس کی طرف یا پھر ملی یکجہتی کونسل کے ذریعہ سے اس صورت حال کا سختی سے نوٹس لینے اور سود اور ارکان اسمبلی کے لیے دستور میں مقرر اوصاف کے مطابق انتخاب کو یقینی بنانے وغیرہ کے لیے سنجیدگی سے کوشش فرمائیں ۔ ملک اور اس کی حکومت کو راہ راست پر لانے کا صحیح اور

موثر ترین ذریعہ یہی ہے اور اسی سے مشن کو ملک کے سنجیدہ عوام میں نفوذ اور مقبول بنانے کی راہ ہموار ہوگی

(طفیل محمد سابق امیر جماعت اسلامی)

عمرہ ویزا کے سلسلہ میں سعودی سفارتخانہ کی وضاحت

۱۴ دسمبر ۱۹۹۵ء کو شائع ہونے والے مسلم اخبار کے پہلے صفحے پر "سفارتکار اور تاجر" کے عنوان سے ایک آرٹیکل شائع ہوا جو مکمل طور پر بے بنیاد اور من گھڑت دعوؤں سے بھرا ہوا ہے اور اس کے خلاف مختلف اخبارات میں بڑی بھرپور اور زوردار تنقید کی گئی ۔

ہم اپنے پاکستانی بھائیوں کے لیے واضح کرنا چاہتے ہیں کہ عمرہ اور حج کے ویزے وزارت مذہبی امور کی وساطت سے فری جاری کیے جاتے ہیں اور خادم حرمین شریفین کے سفارتخانے کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ کوئی شخص یا ادارہ معتمرین یا حجاج سے فائدہ حاصل نہ کر سکے اسی بناء پر خادم حرمین شریفین کے سفارتخانے نے پاکستانی حکومت کے ساتھ جس کی نمائندگی وزارت مذہبی امور و اقلیتی امور نے کی ، ایگریمنٹ کیا کہ وہ بذات خود سعودی قونصلیٹ میں معتمرین اور حجاج کے پاسپورٹ جمع کرائے اور وصول کرے اور اخبار نے "تاجر سفارتکار" کے حوالے سے جو کچھ شائع کیا ہے وہ مکروہ تشہیر کے سوا کچھ نہیں جسے شریعت اسلامی نے حرام ٹھہرایا ہے ۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے ۔

یا ایها الذین امنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوما بجهالة فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین (الحجرات آیت ۶)

ترجمہ :۔ اے ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی گنہگار خبر لے کر آئے تو تحقیق کرلو کہیں نادانی سے کسی قوم پر جا پڑو اور پھر اپنے کیے پر پچھتانے لگو ۔

چنانچہ اگر اخبار اسلام کے بنیادی اصولوں کی پیروی کرتا تو اسے چاہیئے تھا کہ خادم حرمین شریفین کے سفارتخانے سے حقیقت حال دریافت کر لیتا تاکہ من گھڑت اور بے بنیاد دعووں سے رائے عامہ کو گمراہ نہ کرتا ۔

(سفارتخانہ سعودی عرب اسلام آباد)

پی ٹی وی پروگرام ایک لمحہ فکریہ

گذارش ہے کہ یہ خط ہر اس شخصیت کے نام لکھ رہا ہوں جن کے پاس فورس ہے عوامی نمائندگی ہے ، اختیارات اقتدار ، عوام سے ہمدردی کا جذبہ ، جہاد کا جذبہ ، اسلام کی خدمت کا جذبہ حب الوطنی کا جذبہ ہے ۔ یہ خط ان حضرات جو کہ دعویدار ہیں ۔ ملک کی تعمیر و ترقی ، صحت و تعلیم اور اسلام کا نام لے کر ووٹ کا حصول ممکن بناتے ہیں ۔ خط طوالت

نہ اختیار کر جائے۔ اس لیے اصل عبارت لکھ رہا ہوں۔ اگر آپ کے دلوں میں میری بات اتر جائے۔

یہ کہ ہمارا یہ ملک جس کا نام پاکستان یعنی پاکیزہ رکھا گیا ہے اور اس ملک کی باگ ڈور ایسے ہاتھوں میں رہی اور ہے، جن کو ملک و ملت اور اسلام سے دلچسپی تھی نہ ہے۔ صرف لوٹ مار ہی مقصد رہا اور ہے۔ یہ ملک اسلام کے نام ہی سے معرض وجود میں آیا ہے۔ دنیا میں صرف ایک ہی مثال ہے کہ ملک اسلام کے نام سے بنا ہو۔ ملکوں میں ہمیشہ اسلام آیا۔ یہاں اسلام پہ ملک وجود میں آیا۔ لیکن ہم نے کوئی قدر نہ کی۔ ہم نے اسلام کی دھجیاں اڑا دی ہیں۔ بے حیائی، فحاشی جو کہ معمول بن گیا ہے۔ پاکستان ٹی۔ وی نے تو شاید انڈیا اور مغرب کو پیچھے چھوڑ دیا ہے ٹی وی مسلسل سبقت لینے میں معروف ہے۔ یہ ڈرامے میں بھرپور انداز سے فحاشی اور لڑکی اور لڑکے کے درمیان رومانس کی آسان ترکیب سمجھائی جاتی ہے۔ ایسی فلمیں دکھائی جاتی ہیں کہ نئی نسل کو اچھی طرح گمراہ اور بے غیرت کر دیا جائے۔ یہ کلیہ بات ہے کہ جب "برائی کی انتہا" ہو جائے۔ تو ایک مجاہد آئیں گے اور سب سے پہلے ان حضرات کو جن میں شاید آپ بھی شامل ہوں کہ نیست و نابود کر دیں گے۔ کیونکہ فحاشی اور برائی سے بے راہ روی ہو رہی ہے اور آپ طاقت کے باوجود خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔

PTV کے تمام پروگرام اخلاق سے عاری اور منہولی ڈانس سے بھرپور ہیں۔ ایک پروگرام جس کی کمپیئرنگ ایک فاحشہ انداز کی عورت "عائشہ عالم" کر رہی ہے۔ یہ پروگرام مقدس دن جمعۃ المبارک کی شام کو دکھایا جاتا ہے جس میں اخلاق کی تمام حدیں اس کمپیئر نے پھلانگے ہوتے مورخہ ۹۶-۵-۳ کے پروگرام LOLLY WOOD جو ڈبل گانوں کا پروگرام ہے۔ عائشہ عالم نے کمسن اور ادھیڑ عمر لڑکیوں، عورتوں سے اس قدر بے ہودہ سوال کیے۔ کہ شاید اس وقت عذاب انہیں کیوں نہ نازل ہوا۔ ہو سکتا ہے ابھی ہمارے آزمائش کے دن باقی ہوں!

PTV پر ایسی اخلاق سے عاری بے ہودہ عورتوں کا قبضہ ابھی باقی ہے۔ اس پروگرام میں "عائشہ عالم" نے متعدد کمسن بچیوں سے سوال کیے کہ آپ کو فلم میں ہیروئن لیا جائے۔ تو آپ کس ہیرو کے ساتھ آنا چاہیں گی قوم کی نونہال بچیوں کو کیا سبق دیا جا رہا ہے۔ پاک TV کی یہ فحاشی بہت ہی کم ہے۔

آپ کے لیے لمحہ فکریہ ہے! ان لوگوں سے زیادہ اس کی سزا آپ کو اہم کو ملے گی۔ اس پروگرام LOLLYWOOD کی کمپیئر کے خلاف مقدمہ چلایا جانا چاہیئے اور ان کو کم از کم زیرو پوائنٹ پر کوڑے لگوانے چاہئیں۔ ان کا جرم بہت بڑا ہے۔

(شیخ عبدالستار چوک پونڈا نوالہ گوجرانوالہ)

نئے اسلامی سال کی آمد پر

گردش لیل و نہار نے ماہ سال کو ۱۴۱۹ھ کے ماہ ذی الحج کی آخری شام تک پہنچا دیا ہے۔ نئے اسلامی سال ۱۴۲۰ھ کی یکم محرم الحرام کا طلوع آج ہم

ہم اپنی گنہگار آنکھوں سے ان اضطراب انگیز حالات میں دیکھ رہے ہیں کہ پوری ملت اسلامیہ صلیب پرستوں اور ہنود و یہود کی فطری دشمنی اور تازہ دم سپر سامراج کی توسیع پسندانہ اعلانیہ اور پوشیدہ سازشوں میں گھری ہوئی ہے، مسلم ممالک کو جدید حربی ٹیکنالوجی اور ایٹمی ہتھیاروں سے تہی دست کر کے ان کی معیشت کو سودی قرضوں کی آہنی زنجیروں میں جکڑ دیا گیا ہے، مسلم معاشروں میں توہمات اور خود ساختہ رسومات و بدعات کا دور دورہ ہے، عقیدۂ توحید میں غیر پختگی اسوۂ حسنہ کی پیروی میں کاہلی اور اسلامی شریعت کے احکام کی متابعت میں غفلت ہی غفلت ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مسلم امہ کو غیرت مندہاد راور متفقہ قیادت سے محروم رکھنے اور ہماری نوجوان نسل کو تباہ کرنے کے لیے جنسی آوارگی فکری بے راہ روی معاشرتی بداخلاقی، بے حیائی فحاشی اور برہنگی کو ثقافت اور لوک ورثہ کے ناموں سے خود مسلم حکمرانوں ہی کے ذریعہ پورے زور اور طاقت سے پھیلایا جارہا ہے اور ان میں اجتماعی مفاد اور ملی حمیت و وقار کی سوچ کے راستے بند کر دیئے گئے ہیں۔

اس لیے نئے اسلامی سال کے آغاز کے موقعہ پر جناب والا کی خدمت میں ہدیۂ تبریک و تہنیت پیش کرتے ہوئے ہماری دعا ہے کہ ہم سب کی نیک تمنائیں پوری ہوں، جان اور ایمان کی سلامتی نصیب ہو۔ اور خالق کائنات ہماری ملت خوابیدہ کو بیداری، احساس زیاں، سچائی کی راہ پر گامزن ہونے اور دنیا سے ناانصافیوں اور مظالم کا قلع قمع کرنے کی توفیق دے اور دنیا و آخرت کی فلاح پانے کے لیے پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیری اور انقلابی تعلیمات کے اتباع کا شوق و ذوق اور حوصلہ عطا فرمائے آمین اللھم آمین

(مولانا عبدالرشید انصاری)

قرآن مجید بمعہ انگریزی ترجمہ

ہم ممنون ہونگے اگر آپ قارئین کی اطلاع کے لیے یہ خبر شائع کر دیں کہ قرآن مجید بمعہ انگریزی ترجمہ ۶۲۴ بڑے صفحات ($\frac{20 \times 30}{8}$) میں بہترین جاپانی کاغذ پر چھپا ہوا اور ریکسین کی جلد کے ساتھ صرف ۱۰۰/- روپے میں مل سکتا ہے۔ قیمت پیشگی۔ بذریعہ منی آرڈر یا بنک ڈرافٹ بنام لفٹیننٹ کرنل محمد ایوب خان (وی پی نہیں کیا جاتا۔)

ادارہ اشاعت قرآن ۲۹۴ توسیع کیولری گراونڈ لاہور کینٹ۔

قادیانیت کے خلاف جہاد کرنے والے اکابرین

قادیانیت کے آغاز ۱۸۸۰ء سے لے کر مرزا غلام احمد کی وفات ۱۹۰۸ء تک اس اسلام دشمن سامراج نواز تحریک کا مقابلہ کرنے والے علماء، صلحاء، دانشور، صوفیاء وغیرہ کی کثیر تعداد ہے ان کا ذکر

مرزا صاحب کی اپنی کتب، اشتہارات، ملفوظات وغیرہ میں موجود ہے بعض اکابر بہت مشہور ہیں اور ان
سوانح دستیاب ہیں لیکن بہت سے بزرگوں کے تفصیلی حالات معلوم نہیں اگر کسی ادارے، فرد، جماعت
ن مجاہدین کے خاندان و تلامذہ کے پاس ان کے حالات ہوں تو وہ نیچے دیئے گئے درج ذیل پتہ پر روانہ کریں
ہم یہ مواد عاریتاً لیتے خریدنے اور استعمال میں لاکر واپس کرنے کے پابند ہوں گے۔ یہ مواد ان اکابرین
ن مساعی جمیلہ کو مدون کرنے کے لیے استعمال کیا جائے گا جنہوں نے قادیانیت کے خلاف جہاد کیا اس کتاب
شدت سے ضرورت محسوس کی جارہی ہے اس سے ان اکابر کے حالات ایک جگہ جمع ہو جائیں گے اور اسے
والے کے طور پر پیش کیا جاسکے گا۔ اس انداز سے یہ قادیانیت کا پہلا محاسبہ ہوگا۔

(عبدالرشید، مکان نمبر ۵، گلی نمبر ۵۵/۴ علامہ اقبال کالونی ٹینچ بھاٹہ راولپنڈی)

(بقیہ صفحہ ۵ سے)

سانحہ رب اور ڈر کر نہیں برابر کی سطح پر بات کی جائے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ تمام اسلامی ممالک ایک دوسرے کے بارے میں خیر خواہانہ اور ہمدردانہ جذبات لے کر آگے بڑھیں اور ہر قسم کے نفاق و شقاق کا لباس اتار پھینکیں۔ اللہ پر کامل اعتماد کرتے ہوئے اسلامی اصولوں پر کاربند ہو جائیں۔ اگر سعودی عرب نے یہ قدم اٹھالیا تو پھر انشاء اللہ العزیز تمام اسلامی ممالک کا نقشہ کچھ اور ہوگا۔ ہمیں یقین ہے کہ دنیا کے سب مسلمان ان کا بھرپور تعاون کریں گے۔ اللہ تعالیٰ حرمین شریفین اور پورے سعودی عرب اور تمام اسلامی ممالک کی حفاظت فرمائے اور اعدائے اسلام کے ہر مکر کو ناکام بنائے آمین۔

اللھم مزق جمعھم اللھم شتت شملھم اللھم دمر دیارھم۔ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولنا فانصرنا علی القوم الکافرین ۲ اپریل ۱۹۹۶ء

قومی خدمت ایک عبادت ہے

اور

سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے

سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے

قدم قدم حسین قدم قدم آگے

طاہر شاہ یوسف زئی

اسلام کا فلسفہ حیات

زندگی کے متعلق اسلام کا تصور بڑا جامع ہے اس میں زندگی کے کسی شعبے کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے اس میں انسان کی روحانی اور جسمانی دونوں پہلوں کو مدنظر رکھا گیا ہے اس کی بنیاد ایمان اور عمل پر رکھی گئی ہے قرآن پاک میں فلسفہ حیات کو یوں واضح کیا گیا ہے۔

"کہہ دیجئے بلاشبہ میری نماز میری قربانی میری زندگی اور میری موت اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو جہانوں کا پروردگار ہے۔"

اسلامی زندگی نہ صرف روح کے لیے غذا مہیا کرتی ہے، بلکہ بدن کے بھی جملہ تقاضے پورے کرتی ہے بدن کی نشوونما کے لیے حلال رزق مطلوب ہے جب کہ روح کی غذا ذکر خداوندی میں رکھی گئی ہے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روح کو سکون ملتا ہے اور بالیدگی عطا ہوتی ہے اسلام روح اور مادہ کا حسین امتزاج پیش کرتا ہے اسلامی زندگی مسلسل جدوجہد سے بھری ہوئی ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے ان لیس للانسان الا ما سعیٰ (۵۳-۳۹) "اور یہ کہ اس کو اتنا ہی پھل ملتا ہے جتنی وہ کوشش کرتا ہے" نبی کریمؐ نے فرمایا ہے وَمَن جدّ وجَدَ "جس نے کوشش کی پا لیا۔"

اسلام کا تصور حیات بڑا جامع ہے انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک نیز ہر شعبہ حیات کے لیے منشور پیش کیا گیا ہے، اسلام ہر کام میں میانہ روی کا درس دیتا ہے نہ تو اسلام رہبانیت کا درس دیتا ہے اور نہ اللہ تعالےٰ کے احکام سے لاتعلقی کا طریقہ بتاتا ہے۔ اسلام انسان کو خلاف طبیعت کام کرنے پر مجبور نہیں کرتا اور نہ اس کے فطری میلانات کو کچلتا ہے بلکہ وہ توازن اور اعتدال کے ساتھ فطرت انسانی کو مہذب بناتا ہے تاکہ فرد کی شخصیت فطری میلانات کے دباؤ اور اقتدار عالیہ کے مطالبات کے درمیان مٹ کر نہ رہ جائے۔ اسلام کی نظر میں انسان نہ تو فرشتہ ہے اور نہ شیطان اگرچہ کبھی کبھی انسان برائیوں کی گرفت میں آ کر شیطان بھی بن جاتا ہے اور امور خیر کے کاموں میں ترقی کرتا ہوا فرشتہ بھی بن جاتا ہے مگر طبعی حالات میں وہ ان دونوں حدوں کے درمیان ہی ہوتا ہے اور خیر و شر دونوں عناصر اس میں موجود رہتے ہیں۔ کوئی بھی عنصر اس پر خارج سے مسلط کیا ہوا اور غیر طبعی نہیں ہوتا اسلام کا بلند تر مقصد یہ ہے

کہ فرد کے نفس میں توازن و اعتدال پیدا ہو تاکہ فرد کے اعتدال سے معاشرے میں توازن اور معاشرے کی ا
سے پوری انسانیت میں توازن پیدا ہو۔ اس کام میں فرد بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور یہی وہ بنیاد ہے جس
اسلام کی عمارت تعمیر کی جا سکتی ہے۔

اسلام عدم توازن اور بے اعتدالی کو پسند نہیں کرتا۔ اسلام کا مقصد تو یہ ہے کہ انسان جن طریق
پر اپنے دنیاوی میلانات کی تکمیل کرے وہ پاکیزہ ہونے چاہیئے تاکہ مادی زندگی پاکیزہ اور بلند ہو۔
انسان اللہ تعالیٰ کی نعمت خلافت کا حقدار بن جائے۔ اب یہ اس پر ہے کہ وہ اپنے تئیں خلافت ا
اہل ثابت کرے۔

اسلامی زندگی کا فلسفہ یہ ہے کہ یہ زندگی خدا کی امانت ہے اسے مقررہ مدت تک اللہ کی اطاعت
بسر ہونا چاہیئے ارشاد باری تعالے ہے۔ خلق الموت والحیات لیبلوکم ایکم احسن
عملا، ہم نے موت و حیات کو محض اس لیے بنایا تاکہ آزمائش کر سکیں کہ کون تم میں سے بہترین ع
کرتا ہے۔

اللہ تعالےٰ نے انسان کو ایک خاص مقصد کے لیے دنیا میں بھیجا ہے اور وہ مقصد اللہ تعالے کے ا
کی پیروی ہے ارشاد ربانی ہے "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" اور میں نے ج
اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں"۔

عبادات میں جملہ ارکان کی بجا آوری لازمی قرار دی گئی ہے اس کے لیے عظیم تر مقصد کو پیش نظر
رکھا گیا ہے۔ اس لیے ارکان اسلام کو بنیادی ستون قرار دیا گیا ہے اور ان بنیادی ستون کا معمار قادر
اور علیم و بصیر ذات ہے وہ ہمہ دان و ہمہ گیر ہے اس نے اسلام کی بنیادوں کو انسان کے دل کی گہرائیوں سے
اٹھایا ہے اب اس کو جتنا بھی بلند کیے جائیں گے یہ جائے گی اور کسی حال اور کسی انقلاب میں منہدم
نہیں ہوتی بلکہ حوادثات زمانہ اس میں سختی پیدا کرتے ہیں جتنا بھی کفر و باطل کی قوتیں اس کو زیر کرنے
کی کوشش کرتی ہیں اتنی ہی یہ مضبوط اور پائیدار ہوتی ہے اس کی اسی قدرت کو مدنظر رکھتے ہوئے
نے فرمایا ہے۔ ؎

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے۔

اور اسی وجہ سے اللہ تعالے نے اس کی بنیادوں کو پائیداری و استواری بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ
نے انسان کو نیابت الٰہی کا تاج پہنایا ہے اسے خدائی فوج دار بنایا گیا ہے اسے ظلم

شرک اور عصیان سے بچ کر خالق کائنات کے سامنے جھکنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات کا خطاب دے کر مخلوق خداوندی کا حاکم اور صرف ذاتِ خداوندی کا محکوم بنا دیا ہے اور یہ دنیا اُس کے لیے امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے انسان مجبور محض نہیں ہے اور نہ مختار کل ہے بلکہ بین بین ہے۔ وہ اپنی محنت و کاوش کے اجر و ثواب اور مکافات عمل سے محروم نہیں رہتا لہٰذا اس دنیا میں حصول خیر کے لیے جہد مسلسل اور سعی مشکور کی ازحد ضرورت ہے۔ اسلام نے مقام انسانیت کو جس قدر بلند کیا ہے وہ کسی مذہب میں موجود نہیں ہے عیسائیت نے انسان کو پیدائشی گنہگار قرار دیا ہے۔ ہندوں مت میں ذات پات کے مسئلے سے انسان کو رسوا کر دیا گیا ہے جبکہ اسلام نے مقام انسانیت کو جس قدر بلند کیا ہے وہ کسی مذہب میں موجود نہیں اُس کی تخلیق کو احسن کہا ہے۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ تحقیق ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے۔ دوسری جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے وھو فضّلکم علی العالمین اور اُس نے تم کو مخلوقات پر فضیلت دی۔" اللہ کریم نے آدم کو بہترین صورت پر پیدا فرمایا اسلام نے انسان کی اِس عظمت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو دی ہے یہ تعلیم دی ہے کہ ہر انسان دوسرے انسان کی عزت و تکریم کرے خلوص اور اُنس و محبت سے پیش آئے۔ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے اور اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ محبت اُس سے کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے سب سے زیادہ بھلائی کرتا ہے۔

ADARTS - HRA - 1/94

REGD. NO. P-90